ابنِ صفی

جلد نمبر
15

جاسوسی دنیا

45- خونی بگولے

46- لاشوں کا سوداگر

47- ہولناک ویرانے

48- لیونارڈ کی واپسی

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 15

45 خونی بگولے

46 لاشوں کا سوداگر

47 ہولناک ویرانے

48 لیونارڈ کی واپسی

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر ....خالد سلطان

پرنٹر ....ہاشم انٹرپرائزز

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 45

خونی بگولے

(مکمل ناول)

حادثہ

لڑکال جنگل میں درخت کاٹنے والے مزدوروں نے اس انوکھے مزدور کو آج بھی حیرت سے دیکھا جو سر جھکائے بڑی مستعدی سے ایک درخت کے موٹے سے تنے پر کلہاڑا چلا رہا تھا۔ وہ روز ہی اسے حیرت سے دیکھتے تھے۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ ان کے ساتھ کام کر رہا تھا لیکن اس دوران میں وہ شاید ہی کسی سے مخاطب ہوا ہو۔ کام شروع کرتے ہی وہ اس طرح درختوں پر پل پڑتا تھا جیسے صرف کلہاڑا ہی چلانے کے لئے پیدا ہوا ہو۔

عام قاعدہ تھا کہ ایک درخت پر بیک وقت دو مزدور کام کرتے تھے لیکن اس نے آج تک کسی مزدور کو اپنا ساتھی نہیں بنایا تھا۔ ایک درخت پر تنہا کام کرتا تھا لیکن پھر بھی اس کے درخت گرانے کا اوسط دوسروں سے ہمیشہ زیادہ ہوتا تھا۔ دوپہر کو جب دوسرے کھانا کھا کر آرام کرتے اس وقت بھی اس کا کام جاری رہتا۔ دوسرے مزدوروں نے آج تک اسے دوپہر کا کھانا کھاتے ہی نہیں دیکھا تھا۔

وہ ایک قوی ہیکل دراز قد جوان تھا۔ جلد کی رنگت سرخ و سفید، کشادہ پیشانی ڈاڑھی مونچھیں صاف، ایسا صاف ہوتا تھا جیسے وہ روزانہ شیو کرنے کا عادی ہو۔ اس کے دودھ جیسے شفاف پیر اس پر دلالت کرتے تھے کہ شاید ہی کبھی اپنی ساری عمر میں ننگے پیر چلا ہو۔ بہر حال اس کا تعلق مزدور طبقے سے نہیں معلوم ہوتا تھا۔

سپروائزر اس سے بہت خوش تھا لیکن اس لئے نہیں کہ وہ کام بہت تیز کرتا تھا بلکہ اس کی خوشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ مزدور اپنی مزدوری کی آدھی اجرت بڑے سعادت مندانہ انداز میں اس

کی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔ پھر ایسی صورت میں سپروائزر کو کیا پڑی تھی کہ وہ اس کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرتا ورنہ اس کے لئے بھی مزدور کی شخصیت بڑی پُراسرار تھی اس نے سینکڑوں بار رات کا کھانا کھا چکنے کے بعد بیڑی سلگا کر اس عجیب و غریب مزدور کے متعلق بہت کچھ سوچا تھا۔ وہ اکثر اپنے بیوی بچوں میں بھی اس کا تذکرہ کرتا اور اس کی منجھلی لڑکی جو ساتویں جماعت کی طالبہ تھی، بڑے جوش سے کہتی۔

"دیکھ لینا بابا.... میری بات یاد رکھنا.... وہ یقیناً کسی ریاست کا کوئی پاگل شہزادہ ہے.... جو اپنے گھر والوں سے روٹھ کر یہاں چلا آیا ہے.... ایک دن اس کے نوکر چاکر اسے ڈھونڈتے ہوئے.... ادھر آ نکلیں گے اور اسے فوجیوں کے سے انداز میں سلیوٹ کریں گے.... تب بابا۔"

بوڑھا سپروائزر مسکرا کر خاموش ہو جاتا اور اس کی دھندلی آنکھیں ماضی میں جھانکنے لگتیں۔ اسے اپنا بچپن یاد آ جاتا۔ جب وہ بھی اس قسم کی رومانی شہزادیوں کے خواب دیکھا کرتا تھا۔

اور پھر جب اس کی لڑکی ضد کرتی کہ وہ بھی اس مزدور کو دیکھے گی تو وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر بیڑی کے کش پر کش لینے لگتا۔ اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کی لڑکی نے اسے کوئی گندی سی گالی دے دی ہو۔

آج سپروائزر نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس مزدور سے اس کے متعلق ضرور پوچھے گا۔ وہ ٹہلتا ہوا اس کی طرف جا نکلا۔ مزدور بڑے انہماک سے درخت کے تنے پر کلہاڑا چلا رہا تھا اس کے سنہرے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" سپروائزر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا اور مزدور کا کلہاڑا اٹھا کا اٹھا رہ گیا۔ پھر وہ اسے زمین پر ٹیک کر سپروائزر کی طرف مڑا۔

اچانک سپروائزر کو ایسا محسوس ہوا جیسے مزدور کی وحشت زدہ آنکھوں سے ایک برقی رو نکل کر اس کے سارے جسم میں دوڑ گئی ہو۔ وہ بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

لیکن پھر بھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ حیرت انگیز طور پر ہلکا ہو گیا ہو۔ اتنا ہلکا کہ ہوا کا ایک جھونکا بھی اس کے پیر زمین سے اکھاڑنے کے لئے کافی ہو گا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" مزدور نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مم.... میں....!" سپروائزر ہکلایا۔ "یہی کہ تم.... کون ہو؟"

"میں ایک مزدور ہوں۔"

سپروائزر چند لمحے بغلیں جھانکتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "لیکن تم مزدور نہیں معلوم ہوتے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔" مزدور مسکرا کر بولا۔

سپروائزر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب وہ کیا کہے۔ اسے اس وقت اپنی لڑکی کی شہزادے والی بات یاد آگئی تھی۔

"تم کسی اچھے خاندان کے معلوم ہوتے ہو۔" سپروائزر نے بہت سوچ کر کہا۔

"یہ بھی میرا اپنا قصور نہیں۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔" سپروائزر نے کہا لیکن اس دوران میں ایک بار بھی اس نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کی۔

وہ چند لمحے وہاں کھڑا رہا پھر ہٹ آیا۔ مزدور نے اپنا کام پھر شروع کر دیا۔

"کچھ بھی ہو۔" سپروائزر نے اپنے دل میں کہا۔ "میں آج اس کا تعاقب ضرور کروں گا۔"

قریب ہی کے درخت کا ایک مزدور اپنا کام چھوڑ کر سپروائزر کے پیچھے لگ گیا۔

"کیوں....؟ کیا بات ہے....؟" سپروائزر کچھ دور جانے کے بعد پلٹ پڑا۔

"ار.... کچھ نہیں صاحب.... میں نے سوچا.... نہ جانے آپ کیا باتیں کر رہے ہوں۔"

"کیوں.... تم سے مطلب....؟"

"بات یوں ہے سرکار.... اپن کو کچھ گھٹالا جان پڑے ہے۔"

"کیا گھٹالا....؟"

"پتہ نہیں.... پر ہے کچھ گڑبڑ۔"

"جاؤ.... اپنا کام کرو۔" سپروائزر جھلا کر بولا۔

دوسری طرف سے وہ انوکھا مزدور ان سب سے بے نیاز اپنے کام میں بھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ رکنا ہی نہ جانتے ہوں۔ ہر ضرب پر اس کے بازوؤں کی مچھلیاں ابھرتیں اور سینے کے مسلز تنتے اور پھر ڈھیلے ہو جاتے۔

اس کا سارا جسم پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس کا احساس ہی نہ ہو۔

دن بھر جنگل میں کلہاڑوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔ پھر شام کو اس جھونپڑی سے چھٹی کا

گھنٹہ بجایا گیا۔ جہاں سپر وائزر دن بھر تاش کھیلا کرتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں پرندوں کے شور کے علاوہ اور ساری آوازیں دب گئیں۔ مزدور جھونپڑی کے گرد اکٹھا ہو کر اپنی دن بھر کی کارگذاریوں کا اندراج کرانے لگے۔ مگر وہ انوکھا مزدور ان سب سے الگ تھلگ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا افق میں گھور رہا تھا۔ جب سب جا چکے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور جھونپڑی کے قریب آکر اپنے کام کی تفصیل لکھانے کے بعد اسی راستے پر چل پڑا جس سے سارے مزدور گذرے تھے۔

جب وہ کافی دور نکل گیا تو سپر وائزر نے بھی اپنے کاغذات سنبھالے اور اس کے پیچھے چلنے لگا۔

مزدور اپنی دھن میں مست چلا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی مڑ کر پیچھے نہ دیکھا پھر ان کے درمیان شاید پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

بوڑھے سپر وائزر نے ربر سول کے جوتے پہن رکھے تھے اس لئے اس کے قدموں کی آواز زیادہ دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔

وہ اس سڑک پر آگئے جو لڑکال جنگل کے وسط سے گذرتی تھی۔ سپر وائزر کچھ دور تک سڑک پر چلتا رہا پھر سڑک کے نیچے اُتر کر درختوں کی آڑ لے کر چلنے لگا۔

تعاقب جاری رہا۔

حتیٰ کہ مزدور سڑک کے دوسرے سرے پر رک گیا۔ آگے میدان تھا لیکن درمیان میں ایک چھوٹا سا خشک نالہ پڑتا تھا جس کے گرد و پیش قد آدم جھاڑیاں تھیں۔ مزدور ادھر اُدھر دیکھ کر جھاڑیوں میں گھس گیا۔

سپر وائزر کا دل شدت سے دھڑکنے لگا۔ وہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔

جھاڑیاں ہل رہی تھیں اور یہ اس بات کا مکمل ثبوت تھا کہ مزدور ابھی تک وہیں موجود ہے۔ تقریباً دس منٹ بعد سپر وائزر نے جھاڑیوں میں کسی موٹر سائیکل کا پہیہ دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل کر رہ گئیں۔

اب اسے مزدور کون کہہ سکتا تھا۔

اس کے جسم پر نہایت نفیس قسم کا سوٹ تھا اور وہ موٹر سائیکل کو دھکیلتا ہوا جھاڑیوں سے باہر نکل رہا تھا۔

پھر موٹر سائیکل میدان میں فراٹے بھرنے لگی۔

اور سپر وائزر اسے افق کے دھندلکوں میں گم ہوتے دیکھتا رہا۔

کرنل فریدی کے اسسٹنٹ کیپٹن حمید پر آج کل شیطنت کا بھوت سوار تھا۔ جب شرارت حد سے گذر جائے تو اسے شیطنت ہی کہا جا سکتا ہے۔

اس نے آج سر شام ہی گرانڈیل احمق قاسم کو پکڑ لیا تھا اور پہلے تو اسے متعدد ہوٹلوں کے چکر کھلاتا رہا پھر ایک بار میں لے جا کر خوب اچھی طرح پلا دی۔

قاسم شراب سے اسی طرح بدکتا تھا جیسے سانپ نیولے سے یا نیولا سانپ سے.... چونکہ ایک بار اسی سلسلے میں اس کے باپ کے ہاتھوں اس کی مرمت عمل میں آچکی تھی اس لئے وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔

لیکن آج وہ پھنس ہی گیا۔

بار کا سائن بورڈ دیکھ کر وہ پہلے ہی ٹھٹکا تھا۔ مگر حمید نے کہا۔ "پئیں گے تھوڑا ہی بس یونہی.... بات یہ ہے کہ لڑکیاں یہیں ٹکراتی ہیں۔"

اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ بار میں داخل ہوتے ہی حمید کی ایک پرانی شناسا اینگلو انڈین لڑکی مل گئی۔ وہ تنہا تھی۔ اس لئے خود ہی ان دونوں کے پیچھے لگ گئی وہ کچھ اسی قسم کی لڑکی تھی۔ دن بھر کسی آفس میں ٹائپسٹ کے فرائض انجام دیتی تھی اور شام کی تفریح کا بار کسی شناسا کی جیب پر ڈال دیتی تھی۔

وہ ایک خالی میز کے گرد جا بیٹھے۔

"آج ملے ہو اتنے دنوں بعد۔" لڑکی حمید سے بولی۔

"اس خوشی میں کیا پیو گی....؟"

"وہ تو بعد کی بات ہے...." لڑکی قاسم کو نیچے سے اوپر اور دائیں سے بائیں تک دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ کی تعریف....؟"

"آپ قاسم دیوزاد ہیں۔"

لڑکی شاید دیوزاد کو قاسم کی کنیت سمجھی۔ اس لئے اس نے بڑی سنجیدگی سے اپنا ہاتھ اس کی

طرف بڑھادیااور حمید نے کہا۔

"آپ مس پی کاک ہیں۔"

"ب.... بڑی خو.... او.... شی.... ہو.... او.... ئی۔" قاسم مصافحہ کرتے وقت ہکلایا۔

"تم ہمیشہ دوسروں کا مذاق اڑانے پر تلے رہتے ہو۔" لڑکی تنک کر بولی۔ "نہیں جناب میرا نام یلیا مور ہے۔"

"میں نے مور کا ترجمہ کر دیا تھا۔" حمید نے کہا۔ "ہماری زبان میں مور ایک پرندے کو کہتے ہیں اور وہی پرندہ انگریزی میں پی کاک کہلاتا ہے۔"

"تو پھر میں اٹھ جاؤں۔" لڑکی جھلا کر بولی۔

"ان سے پوچھئے!" حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس وقت میزبان یہ ہیں۔"

قاسم کی سانس پھولنے لگی اور زبان خشک ہو کر تالو سے چپک گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ حمید کے اس جملے پر اسے کیا کہنا چاہئے۔ وہ خواہ مخواہ کھانسنے لگا۔

لڑکی اٹھنے لگی۔ لیکن حمید نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" اس نے کہا۔ "قاسم کو بہت رنج ہوگا۔"

"جی ہاں.... جی ہاں....!" قاسم بوکھلا کر بولا اور پھر کھانسنے لگا۔ حالانکہ شاید اسے ہفتوں سے کھانسی نہیں آئی تھی۔

لڑکی بیٹھ گئی۔

حمید نے پھر کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم آج کل اتنی تنک مزاج کیوں ہو گئی ہو؟"

"میں نے بہت دیر سے پی نہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ.... اچھا.... خیر.... میں تو پی نہیں سکوں گا۔" حمید نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ آج کل میرا اگلا خراب ہے ڈاکٹر کی رائے ہے کہ میں کچھ دنوں کے لئے شراب بالکل چھوڑ دوں.... ویسے قاسم تمہارا ساتھ دیں گے۔"

"مم.... مخ....!" قاسم حلق کے بل ہکلا کر رہ گیا۔

"اچھا.... میں ابھی آئی...." لڑکی نے کہا اور اٹھ کر دوسری میز پر چلی گئی جہاں سے اس کے کسی شناسا نے اسے اشارہ کیا تھا۔

"یہ کیا گھٹالا کر رہے ہو حمید بھائی۔" قاسم تھوک نگل کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیسا گھٹالا....؟" حمید اسے گھورنے لگا۔

"میں تو ہرگز نہ پیوں گا۔"

"ابے چپ اُلو.... وہ تجھے نرا.... ڈیوٹ سمجھے گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر....!"

"دیکھو بیٹا.... اب مجھ سے کبھی نہ کہنا کہ کسی لڑکی سے تعارف کرادو۔" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے سنو تو حمید بھائی۔"

"میں کچھ نہیں سنتا۔" حمید نے اپنے لہجے میں کرختگی قائم رکھتے ہوئے کہا۔ "تعارف اینگلو انڈین لڑکیوں سے چاہتے ہو اور حرکتیں دیہاتیوں جیسی کرتے ہو۔"

قاسم نے کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہ سکا۔

حمید کی بکواس جاری رہی۔ "یہ لڑکیاں پکیڑ قسم کے آدمیوں کو بہت پسند کرتی ہیں۔ اور ہاں دیکھو! پیتے وقت بُرے بُرے سے منہ نہ بنانا ورنہ اناڑی سمجھے گی اور اس سے دو چار پگ آگے ہی رہنا۔ خبردار یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم کیپٹن حمید کی سوسائٹی کے لائق نہیں ہو۔"

"مم.... مگر.... میں پھر کیسے گھر جاؤں گا۔" قاسم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ابے گھر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے.... میں تم دونوں کو گرینڈ ہوٹل میں ایک کمرہ دلوادوں گا۔"

"ارے باپ رے....!" قاسم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پہلو بدلا۔

"کیوں....؟"

"کس... نہیں....!" قاسم کی زبان پھر لڑکھڑانے لگی۔

"بس بس خاموش.... وہ آرہی ہے۔"

قاسم جلدی سے سیدھا ہو کر پتھر کے بت کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلاء میں گھور رہا تھا اور اس کی سانس اس طرح پھول رہی تھی جیسے وہ کسی پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے رک کر

دم لینے لگا ہو۔

لڑکی آکر بیٹھ گئی۔

حمید نے بیرے کو اشارہ سے بلا کر کہا۔ "وہسکی.... دو جگہ.... اور صاحب کے گلاس میں تین بڑے پگ ڈالنا....!"

"تین بڑے پگ....؟" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں یہ ہمیشہ تین پگ سے شروع کرتے ہیں۔" حمید لاپروائی سے بولا اور قاسم مضطربانہ انداز میں پہلو بدلنے لگا۔

لڑکی نے ایک بار پھر اس کے ڈیل ڈول کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ضرور شروع کرتے ہوں گے۔"

"کل ہی میرے سامنے ایک نشست میں اسکاچ کی دو بوتلیں صاف کر گئے تھے۔"

"تم نے ان کی مکمل تعریف نہیں کی۔" لڑکی نے کہا۔

"خان بہادر عاصم کا نام سنا ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں!"

"یہ جونیئر مسٹر عاصم ہیں۔"

"آہا....!" لڑکی کی مسرت آمیز چیخ کمرے میں گونج اٹھی۔

اتنے میں ویٹر واپس آگیا۔

گلاس میز پر رکھ دیئے گئے۔

"آپ سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی۔" لڑکی نے قاسم سے کہا۔ "مگر آپ اتنے خاموش کیوں ہیں؟"

"نشہ اکھڑا ہوا ہے۔" حمید جلدی سے بولا۔

اور قاسم بدحواسی میں پورا گلاس ایک ہی سانس میں صاف کر گیا۔ پھر گلاس کو میز پر پٹخ کر جلدی سے ہونٹوں پر رومال رکھ لیا تاکہ اس کا بگڑا ہوا منہ لڑکی کو نظر نہ آسکے۔

لڑکی اسے اور زیادہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

"واقعی کمال ہے۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی اور اپنا گلاس اٹھا کر چسکیاں لینے لگی۔

حمید نے اپنے لئے کافی کا آرڈر دیا۔

ادھر خاموشی سے شراب کے دور چلتے رہے۔ نویں پگ پر قاسم کی کھوپڑی آؤٹ ہو گئی۔

ادھر لڑکی بھی اپنا دھاکڑ پن دکھانے کے لئے پگ پر پگ طلب کر رہی تھی۔ قاسم کے نویں پگ پر اس کا پانچواں تھا اور اب وہ بھی بڑی شدت سے بہکنے لگی تھی۔

"گرے.... گرے.... گرینڈ ہوٹل .... ہی ہی ہی۔" قاسم نے حمید کے چہرے کے سامنے انگلی نچائی۔

حمید نے بیرے کو بلا کر بل طلب کیا اور قاسم کی جیب سے پرس نکال کر قیمت ادا کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ انہیں اپنی کار میں ڈالے ہوئے اندھا دھند ایک طرف اڑا جا رہا تھا۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر تھے۔ قاسم بھرائی ہوئی آواز میں کسی ممینے کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ "ابھی کمسن ہوں.... بغلم.... جوان ہونے دے.... ابے کمسن ہوں بغلم....!"

مگر کار گرینڈ ہوٹل کی طرف جانے کی بجائے قاسم کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔ قاسم بڑی موج میں تھا اور لڑکی سے اردو میں گفتگو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لڑکی اس کے دیو جیسے قد و قامت کا مضحکہ اڑا رہی تھی۔ وہ اچھل کود بھی رہی تھی۔ لیکن قاسم بے حس و حرکت پڑا تھا۔ البتہ اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

"حمید بھائی....!" اس نے حمید کو مخاطب کیا۔ "کیا پرواہ ہے.... روپے پانی کی طرح بہاؤ میرے نام چار لاکھ کا بینک بیلنس ہے.... ہینہ .... ہی ہی ہی۔"

حمید چپ رہا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے ایک سازش کی کڑیاں مرتب کر رہا تھا۔ ادھر ان دونوں کا نشہ ٹھنڈی ہوا لگنے سے زیادہ گہرا ہو گیا اور ان کی آوازیں آہستہ آہستہ دبتی گئیں۔ حتی کہ وہ گہری نیند سو گئے۔

پھر گاڑی قاسم کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ دو نوکر کار کے قریب آئے۔

"بیگم صاحب کو بلاؤ۔" حمید نے ان سے کہا۔

"مگر بیگم صاحب....!" ایک نوکر بولا۔

"جاؤ.... کہہ دینا حمید صاحب ہیں۔"

نوکر چلے گئے۔ حمید وہیں کار کے قریب کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد قاسم کی بیوی آگئی۔

"کیوں حمید بھائی.... کیا بات ہے۔ آپ اندر کیوں نہیں آئے؟" اس نے پوچھا۔

"بس یونہی.... مجھے دو پارسل ڈلیور کرنے ہیں۔" حمید نے کہا اور سوئچ دبا کر کار کے اندر روشنی کرتا ہوا بولا۔ "ادھر دیکھئے۔"

قاسم کی بیوی بوکھلا گئی۔

"یہ کک.... کیا...."

"آپ کے شوہر ارجمند کے کرتوت.... اگر اتفاق سے میں نہ پہنچ جاتا تو اس وقت یہ دونوں حوالات میں ہوتے۔"

اچانک قاسم نے آنکھیں بند کئے ہوئے ہانک لگائی۔ "ابھی کمسن ہوں غلام.... ہیں.... ہیں.... ہیں.... ہیں....!"

چند لمحے خاموشی رہی پھر قاسم کی بیوی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "کوئی شرارت تو نہیں حمید بھائی۔"

"شرارت.... واہ یہ اچھی رہی۔ نیکی بھی کیجئے اور گالیاں بھی کھائیے۔ اگر شرارت ہوتی تو میں بھی اسی حال میں ہوتا۔ میرا منہ سونگھ لیجئے۔ میں شرارت پر ستر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔"

"تو پھر یہ آپ کو کہاں ملے؟"

"سڑک پر.... ان کے گرد بھیڑ اکٹھا تھی اور یہ سور قاسم مسخرہ پن کر رہا تھا۔ میں نہ پہنچتا تو بند کر دیئے جاتے بیٹا۔"

"لیکن آپ اس حرام زادی کو کیوں لائے؟"

"جہاں حرام زادہ وہیں حرام زادی.... آخر اس بے چاری کو کہاں چھوڑتا اسے بھی قاسم ہی نے پلائی ہوگی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا....!"

"یقین آئے نہ آئے....!" حمید بگڑ کر بولا۔ "میری گاڑی خالی کرائیے۔"

قاسم کی بیوی نے دور کھڑے ہوئے نوکروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "چلو۔"

پانچ نوکروں نے قاسم کو کار سے نکالا اور اسے لادے ہوئے بدقت تمام عمارت کی طرف چلے۔

"اور یہ.... اسے آپ جہاں دل چاہے لے جائیے۔" قاسم کی بیوی نے لڑکی کی طرف

اشارہ کر کے کہا۔

"میں کہاں لے جاؤں.... نہیں یہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ نے مجھے کوئی لفنگا سمجھا ہے.... واہ بھئی۔"

"تو میں کیا کروں گی؟"

"میں بتاؤں.... اسے قاسم کے اوپر لٹا کر پٹرول چھڑکئے اور آگ لگا دیجئے۔ تبھیں آپ۔"

"ہونا تو یہی چاہئے۔" قاسم کی بیوی نے کہا اور ہونٹ بھینچ لئے۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔ راستے میں کم بختوں نے میرے دماغ کی چولیں ہلا دیں۔ مگر قاسم گاتا اچھا ہے۔ کبھی آپ نے بھی سنا....؟ گا رہا تھا.... ابھی کمسن ہوں بالم جوان ہونے دے۔"

"بس ختم کیجئے۔" قاسم کی بیوی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "اچھا شب بخیر۔"

"ارے واہ.... کیا میں الو ہوں۔" حمید نے کہا اور مدہوش لڑکی کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اسے کار سے کھینچ لیا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی منمناہٹ نکلی اور بس.... دوسرے لمحے میں حمید اسے زمین پر ڈال چکا تھا۔

"اب کہئے شب بخیر....!" وہ کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔

"سنئے تو سہی۔"

"قاسم کو سنانے کیلئے بھی کچھ رکھئے۔ ٹاٹا....!" کار فراٹے بھرتی ہوئی پھاٹک سے نکل گئی۔

حمید یہ حرکت کر تو گذرا تھا مگر سوچ رہا تھا کہ قاسم اگلی ملاقات میں اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مگر پھر وہ کرتا بھی کیا۔ سبق تو دینا ہی تھا۔ قاسم اسے اکثر بور کرتا رہتا تھا کہ کسی لڑکی سے تعارف کرادو۔ چنانچہ آج اس نے اس پر رحم کھا کر اچھی طرح تعارف کرادیا تھا اور رہ گئی وہ لڑکی تو اس کا دھندہ یہی تھا۔

گھر پہنچ کر حمید کپڑے اتار ہی رہا تھا کہ اس نے فریدی کی خواب گاہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ وہ باہر نکل آیا کیونکہ اسے اپنی اس کارگذاری کی رپورٹ فریدی کو بھی دینی تھی۔ لیکن فریدی کو دیکھ کر وہ بے ساختہ چونک پڑا۔ وہ کمرے کے دروازے پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا لباس خون سے تر تھا۔ چہرے پر خراشیں تھیں اور کپڑوں پر پھیلا ہوا خون شاید سر سے بہا تھا۔

قاسم کی درگت

فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ حمید بوکھلا کر آگے بڑھا۔

"فکر مت کرو۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"لیکن ہوا کیا....؟"

"واقعہ.... حادثہ.... جو چاہو سمجھ لو۔"

اتنے میں نوکر بھی وہیں آکر اکٹھا ہو گئے۔ فریدی ان کی طرف مڑ کر بولا۔

"نصیر.... اوپر سے فرسٹ ایڈ بکس لاؤ۔"

نصیر دوڑتا ہوا چلا گیا۔ فریدی نے بقیہ نوکروں سے کہا۔ "تم جاؤ اپنے کام دیکھو۔"

"آخر یہ ہوا کیسے....؟" حمید نے پوچھا۔

"جو کچھ بھی ہوا.... اندھیرے میں ہوا۔ میں بے خبر تھا۔ لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔"

"پھر اور کس طرح کامیابی ہوتی؟"

فریدی ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "وہ بلیاں نہیں تھیں حمید صاحب۔ آدمی تھے اور جب آدمی اندھیرے میں حملہ کرتے ہیں تو ان کا مقصد کان سہلانا نہیں بلکہ مار ڈالنا ہوتا ہے۔"

"کون لوگ تھے؟"

"ارے تمہاری کھوپڑی گردن ہی پر ہے یا کہیں اور۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "اگر یہی معلوم ہو جاتا تو کیا تم مجھے اس وقت یہاں دیکھتے؟"

حمید خاموش ہو گیا۔ فرسٹ ایڈ کا سامان آ گیا تھا۔

اس نے سر کا زخم صاف کر کے ڈریسنگ کر دی۔ چہرے کی خراشیں فریدی کے کہنے پر یونہی رہنے دیں۔

"ذرا کافی کے لئے کہہ دو۔" اس نے آرام کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہوئے حمید سے کہا۔

حمید نے نوکر کے لئے گھنٹی بجائی اور پھر فریدی کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

فریدی نے ایک سگار سلگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے میں نوکر آ گیا۔ حمید اس سے کافی کے لئے کہہ کر خود بھی پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے میز پر رکھے ہوئے ایش ٹرے پر نظر جمائے رہا پھر بولا۔ ''مجھے خود بھی حیرت ہے کہ میں انجانے حملوں سے کس طرح بچ جاتا ہوں۔''

''آپ تھے کہاں....؟'' حمید نے پوچھا۔

''لڑکال جنگل اور شہر کے درمیان۔''

''لڑکال جنگل کیوں....؟'' حمید چونک پڑا۔

''بس یونہی.... میں آج کل درخت کاٹنے کی مشق کررہا ہوں۔''

''کیوں....؟''

''اس حملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ فضول سوالات کرکے بھیجا مت چاٹو۔'' حمید پھر خاموش ہوگیا اور فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ ''ہم اٹھائیس تاریخ کو جنوبی امریکہ کے لئے روانہ ہورہے ہیں نا۔''

''اب میں سمجھ گیا۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''مگر وہ کون ہو سکتا ہے۔ سنگ ہی[1] یا وہ امریکن ماہر آثار قدیمہ....!''

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ ''یہ بتانا مشکل ہے کیونکہ امریکن تو سنگ ہی کی گرفتاری کے بعد ہی یہاں سے چلے گئے تھے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کا ذہن ماضی کے دھندلکوں میں بھٹکنے لگا تھا۔ ایلپوم پہاڑ کی چوٹی پر پانچ سو سال سے برف میں بیٹھی ہوئی شہزادی۔ کیپٹن لوتھر اور سنگ ہی نے جس کی لاش دریافت کی تھی اور وہ دونوں اس مردہ شہزادی کا ایک زیور اتار لائے تھے۔ اس زیور کے لئے ایک اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوا تھا۔ کئی جانیں تلف ہوگئی تھیں۔ مرنے والوں کے چہروں پر ابھری ہوئی لکیریں پائی جاتی تھیں.... نیلے رنگ کی لکیریں.... ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق موت انہیں لکیروں کی وجہ سے واقع ہوئی تھی اور پھر فریدی نے جب اصل مجرم کو پکڑا تو ایک بہت بڑے راز کا انکشاف ہوا۔ ورنہ بادی النظر میں اس زیور کی کوئی وقعت نہ تھی۔ وہ چاندی کا ایک معمولی سا زیور تھا۔ وقعت دراصل اس تصویری تحریر کی تھی، جو اس زیور کے اوپری خول پر کندہ تھی۔ زیور کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے نزدیک وہ تحریر دراصل انکا نسل کے بادشاہوں کے

---

[1] جاسوسی دنیا کا ناول ''نیلی لکیر'' جلد نمبر 14 ملاحظہ فرمائیے۔

خزانے کا سراغ تھی۔ حقیقت خواہ کچھ بھی رہی ہو مگر ان لوگوں کے جوش و خروش کی بناء پر شہر میں سنسنی ضرور پھیل گئی تھی۔

پھر فریدی نے مجرم کو پکڑلیا.... لیکن وہ ایک سب انسپکٹر کو جان سے مار کر صاف نکل گیا۔ زیور فریدی کے ہاتھ آگیا تھا اسے سرکاری خزانے میں رکھ دیا گیا کیونکہ وہ ایک غیر ملک کی امانت تھی۔ قاعدے کی رو سے اُسے جنوبی امریکہ کے ملک چلی کی حکومت کے سپرد کر دینا چاہئے تھا۔ چیز چونکہ نزاعی تھی اس لئے حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے کوئی ذمہ دار آدمی چلی تک پہنچا دے۔ لہٰذا یہ بار اس شخص کے کاندھوں پر ڈالا گیا جس نے اسے سنگ ہی جیسے خطرناک آدمی سے حاصل کیا تھا.... اور اب جب کہ فریدی کی روانگی ایک ہفتے کے بعد ہونے والی تھی.... کسی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا.... لیکن آخر اب....؟

حمید کا ذہن ماضی کی ڈھلوان میں پھسلتے پھسلتے یک بیک موجودہ گتھیوں سے آٹکرایا۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ حملہ چھ ماہ بعد کیوں ہوا۔ کیا سنگ ہی ابھی تک یہیں مقیم تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ زیور کئی دنوں تک ان کے پاس رہا تھا، سنگ ہی نے اس پر پائی جانے والی تحریر ضرور نقل کرلی ہوگی۔ لہٰذا اس کے بعد چاندی کے اس حقیر زیور کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔ پھر ایسی صورت میں تو اسے خزانے کی تلاش میں روانہ ہو جانا چاہئے تھا۔ آخر وہ اسکے بعد بھی یہاں کیوں رکا رہا۔

"کیا سوچ رہے ہو....؟" وہ فریدی کی آواز پر چونک پڑا۔

"سنگ ہی کے متعلق....!" حمید نے کہا۔

"چھوڑو بھی۔" فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میرے ایک نہیں ہزاروں دشمن ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ حرکت کسی دوسرے کی ہو۔"

"لیکن یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کرسکتی۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"کیوں....؟"

"ہمارا پروگرام بنتے ہی حملہ ہوا۔ آخر اس سے پہلے کیوں نہیں....؟"

"ختم کرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کافی پینے سے قبل میں اس مسئلے پر گفتگو نہیں کرونگا۔"

حمید جھنجھلا کر خاموش ہوگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ شخص ایسے حالات میں بھی اپنی اچھی یا بُری عادتوں سے باز نہیں آتا۔

تھوڑی دیر بعد کافی بھی آ گئی اور ایک کپ پی چکنے کے بعد فریدی نے جو تذکرہ چھیڑا وہ موجودہ حالات سے متعلق نہیں تھا اس پر حمید کو اور زیادہ تاؤ آیا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

فریدی نے دوسرا کپ بھی خالی کر دیا پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب مجھے کوتوالی پہنچنا چاہئے۔"

"کیوں؟ کیا اس کی رپورٹ بھی درج کرائیے گا؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں بیٹے خاں! میں نے حملہ آوروں میں سے ایک کو ختم کر دیا ہے۔"

"کیا....؟" حمید اچھل پڑا۔

"ہاں.... وہ کوئی چینی ہے۔"

"اور اس کے باوجود بھی آپ اسے سنگ ہی کی حرکت نہیں سمجھتے۔"

فریدی پھر بیٹھ گیا۔ چند لمحے میز کی سطح کو انگلیوں سے کھٹکھٹاتا ہوا پھر بولا۔ "اس میں ایک الجھن ہے اگر میں اسے سنگ ہی کی حرکت سمجھ بھی لوں تو یہاں اس کی موجودگی کی وجہ دریافت کرنی پڑے گی۔"

"ظاہر ہے کہ جس زیور کے لئے اس نے جان کی بازی لگائی تھی وہ ابھی یہیں موجود ہے۔" حمید بولا۔

"وہ زیور سنگ ہی کے پاس بھی رہ چکا ہے اور وہ اس کی تصویری تحریر سے بخوبی واقف ہو گیا ہو گا پھر وہ اس زیور کے لئے وقت کیوں برباد کرنے لگا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس تحریر کے علاوہ بھی اس زیور کی کوئی اہمیت ہو۔"

"اچھا... پھر بات کریں گے۔" فریدی دوبارہ اٹھتا ہوا بولا۔

حمید اسے جاتے دیکھتا رہا۔ اسے اس کے انداز میں ذرہ برابر بھی بے اطمینانی نہیں نظر آئی۔ کچھ ہی دیر پہلے اس نے ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور خود بھی زخمی ہو گیا تھا۔ مگر اس کی ظاہری حالت سے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ کیا وہ غیر معمولی طور پر عجیب آدمی نہیں تھا۔

حمید نے بارہا اسے دوسروں کی لاشوں پر غمگین بھی دیکھا تھا۔ ٹریفک کی زد میں آئے ہوئے کسی زخمی راہگیر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ذہنی اذیت کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ لیکن وہی فریدی جب مجرموں کی گردنیں توڑتا تھا تو اس کی پیشانی پر کبیدگی کی ہلکی سی شکن بھی نہیں ہوتی

وقت وہ خود بھی ایک خونخوار درندہ معلوم ہوتا تھا اور حادثے کے فوراً بعد وہ اتنا پُر سکون نے لگتا تھا جیسے کچھ دیر کسی کتاب کا مطالعہ کرتے رہنے کے بعد اٹھا ہو۔

حمید فریدی کے متعلق بہت کچھ سوچتا رہا۔ پھر خیالات کی رو قاسم کی طرف بہک گئی اور وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ لیکن ساتھ ہی اس کا انجام بھی پیش نظر تھا۔ گھر پر حجامت بننے کے بعد وہ سیدھا اِدھر ہی کا رخ کرے گا اور پھر اس کا سنبھالنا کارے دارد، ایک بار پہلے بھی شراب ہی پینے کے سلسلے میں اس کی کافی مرمت ہو چکی تھی۔ [1]

❀

دوسری صبح حسب معمول قاسم نے بیدار ہو کر لیٹے ہی لیٹے کتوں کی طرح ہاتھ پیر تان کر انگڑائی لی اور پھر آنکھیں بند کر کے دہاڑنے لگا۔ ”چالو... سالو... کہاں مر گئے... چا... لاؤ۔“

اس کی بیوی شعلہ جوالا بنی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ قاسم نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

”کیا ہے؟“

”ہوتا.... کیا.... وہ حرامزادی اصطبل میں بند ہے۔“ بیوی بڑے پُر سکون لہجے میں بولی۔

”کون حرامزادی.... ؟“ قاسم پلکیں جھپکاتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”اَخاہ.... شاید نشہ اکھڑ جانے کی وجہ سے دماغ ٹھیک نہیں۔“ وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔ ”کتنی بوتلیں منگوا دوں۔“

اچانک قاسم کو پچھلی رات کے واقعات یاد آ گئے اور اس نے ایک جھرجھری سی لی اور منہ چلاتا ہوا سہمی ہوئی نظروں سے بیوی کی طرف دیکھنے لگا۔

تم کیا جانو....!“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تو کیا آپ اپنے پیروں سے چل کر یہاں آئے تھے؟“

قاسم بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر ”ارے باپ رے۔“ کہہ کر اس طرح اچھلا جیسے کسی نے چھری مار دی ہو۔

”اور وہ.... سور کی بچی۔“ اس کی بیوی نے کچھ کہنا چاہا۔

”کون سور کی بچی.... ارے.... اَلا قاسم.... ہی ہی.... تم بھی کیسی باتیں کرتی ہو....

---

[1] اس دلچسپ داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول ”جنگل کی آگ“ جلد نمبر 12 ملاحظہ فرمائیے۔

میں آج تمہیں سینما ضرور لے چلوں گا۔"

"چچا جان بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔" اس کی بیوی نے کہ

"ارے.... دیکھو تو..... تمہیں کسی نے بہکایا ہے.... الا قسم...

"کچھ نہیں پہلے اپنی عزت کا خیال نہیں تھا اب باپ کی بھی پگڑی اچھالی جائے ۔ سڑکوں پر....!"

"کون کہتا ہے.... جھوٹ بالکل جھوٹ.... تم مذاق کر رہی ہو۔"

"میں نے چچا جان کو فون کیا تھا۔ مگر وہ اس وقت موجود نہیں اور وہ حرام زادی اس وقت تک اصطبل میں بند رہے گی جب تک چچا جان نہ آجائیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو.... کسے بند کر رکھا ہے؟" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔

"ٹھہریئے.... اگر آپ اس کمرے سے نکلے تو اچھا نہ ہوگا۔"

"ارے واہ....!" قاسم جھلاہٹ میں ہاتھ نچا کر بولا۔ "ہٹو ادھر....!"

وہ اپنی بیوی کو ایک طرف دھکیل کر باہر نکل گیا۔ اب اچھی طرح ہوش آگیا تھا اور پچھلی رات کے سارے واقعات اس کے ذہن میں دھندلی تصویروں کی طرح گردش کر رہے تھے۔

وہ لپکتا ہوا اصطبل کی طرف آیا۔ اصطبل خالی تھا۔ اس میں کبھی گھوڑے رکھے جاتے رہے ہوں گے مگر اب خالی تھا۔ اس نے اصطبل کے دروازے پر بڑا سا تالا لٹکتے دیکھا۔ اندر سے کوئی بُری طرح دروازہ پیٹ رہا تھا اور پھر سریلی آواز میں مغلظات کا طوفان بھی امنڈنے لگا۔

"ارے باپ رے۔" قاسم بوکھلاہٹ میں ناچ کر رہ گیا۔

بیوی اس کے پیچھے دوڑتی چلی آئی تھی۔ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"نہیں کھل سکتا.... ہرگز نہیں کھلے گا۔"

"کنجی لاؤ....!" قاسم دہاڑا۔

"ہرگز نہیں.... چچا جان....!"

"چچا جان کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

"اس حرامزادی کے لئے۔" قاسم کی بیوی حلق پھاڑ کر چیخی۔

"بھاگ جاؤ.... میں تالا توڑ دوں گا۔"

اس کی بیوی دروازے کے سامنے جم گئی۔ قاسم نے اسے کمر سے پکڑ کر سر سے اونچا اٹھالیا۔
"ارے ارے.... میری بے عزتی نوکروں کے سامنے۔" وہ مچلی۔ مگر قاسم اسے اس طرح اٹھائے ہوئے کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

اور پھر اس نے اسے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ وہ چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔

اصطبل کا تالا توڑنے میں زیادہ دیر نہیں لگی لیکن ایک دوسرا طوفان قاسم کا منتظر تھا۔ لڑکی باہر نکلتے ہی قاسم پر جھپٹ پڑی۔ اس کے منہ سے گالیاں ابل رہی تھیں اور ہاتھ قاسم کی مرمت میں مصروف تھے۔ بدقت تمام اس نے اسے قابو میں کیا اور پھر اس کی نظریں نوکروں پر پڑیں جو دور کھڑے ہنس رہے تھے۔

"بھاگو سالو.... ورنہ جان سے مار دوں گا۔" وہ لڑکی کو چھوڑ کر نوکروں کی طرف دوڑا۔

نوکر سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ساتھ ہی لڑکی بھی قاسم کے پیچھے دوڑی تھی وہ اس کے قریب پہنچ کر اچھلی اور اس کے سر کے بال پکڑ کر جھول گئی۔ قاسم لڑکھڑا کر گر پڑا اور وہ اس پر گری لیکن اس کے دونوں ہاتھ بدستور چلتے رہے۔

"ارے سنو تو سہی.... بھاگو یہاں سے ورنہ ہم دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"تم سور کے بچے.... میں تم پر مقدمہ چلاؤں گی۔"

"دوبار چلادینا.... مگر اب بھاگو۔"

قاسم اسے کھینچتا ہوا گیراج تک لایا۔ کار نکالی۔

"آؤ بیٹھو...." اس نے لڑکی سے کہا۔ "جہاں کہو پہنچادوں۔"

"پولیس اسٹیشن....!" لڑکی گرج کر بولی۔

"ذرا سنو تو.... یہ سب اسی سور کے بچے حمید کی حرکت ہے۔ ہمیں پلا کر یہاں ڈال گیا۔"

"تم نے مجھے بند کیوں کیا تھا....؟" لڑکی پھر چیخی۔

"آؤ....!" قاسم چمکار کر بولا۔ "بیٹھ جاؤ.... میں نے نہیں میری بیوی نے بند کیا تھا۔"

"میں نہیں بیٹھوں گی.... دیکھوں گی.... تمہاری بیوی کو دیکھوں گی۔"

"آؤ بیٹھ جاؤ خدا کے لئے. ورنہ مصیبت آجائے گی۔"

لڑکی کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "حمید کہاں ملے گا۔"

"آؤ.... وہیں چلتے ہیں۔ تم دیکھنا کہ اس کی کیسی گت بناتا ہوں۔"

"چلو.... لیکن میں تم پر ضرور مقدمہ چلاؤں گی۔"

وہ کار میں بیٹھ گئی۔

اور قاسم شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے گھر سے چل پڑا۔

اژدھے اور ڈاکو

اس دوران میں قاسم کو اس شدت سے عقل آگئی تھی کہ وہ ہکلائے بغیر گھنٹوں بول سکتا تھا۔ ذہنی انتشار کے ان لمحات نے لاشعور کی کالی کوٹھریاں تک کھول کر رکھ دی تھیں۔ لڑکی اب بھی اسے بُرا بھلا کہہ رہی تھی اور ہر چار گالیوں کے بعد مقدمہ کی دھمکی اتنی ہی ضروری تھی جیسے کسی مخمس کے لئے ٹیپ کا بند۔

یکایک تھوڑی دیر کے بعد وہ خاموش ہوگئی۔ پھر اپنا پرس کھول کر دیکھا.... اور دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگی۔

"ارے.... ارے....!" قاسم پھر بوکھلا گیا۔

"سور کے بچے.... میں لٹ گئی۔ میرے دو ہزار روپے؟ پولیس اسٹیشن مجھے کسی پولیس اسٹیشن پر اتار دو۔"

"دو ہزار روپے۔" قاسم نے حیرت سے دہرایا۔

"تم چور ہو.... مجھے اتار دو گاڑی سے ورنہ میں یہیں چیخنا شروع کردوں گی۔"

"خدا کے لئے۔" قاسم گھگھیا کر بولا۔ "اچھا میں دے دوں گا.... دو ہزار.... ضرور میرے کسی نوکر نے یہ حرکت کی ہے۔ تم مجھے اپنا پتہ بتاؤ.... میں چیک بھجوادوں گا۔"

"ابھی.... چیک نہیں.... نقد روپیہ.... ابھی اور اسی وقت.... میں کہیں نہ جاؤں گی.... گھر واپس چلو....!"

"گھر....!" قاسم کی بوکھلاہٹ بڑھ گئی۔ "ہنٹر.... ہنٹر.... نن.... نہیں.... میں وعدہ کرتا ہوں اگر کل تک تمہیں روپیہ نہ ملے تو تم میرے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرا دینا...."

"اگر تم نے دھوکا دیا.... تب....؟"

"مجھے خولی....!" قاسم تھوک نگل کر بولا۔ "گولی مار دینا۔"

"نہیں.... تب میں تمہارے باپ سے فریاد کروں گی۔"

"ارے باپ رے....!" قاسم انگریزی میں بولتے بولتے اردو پر اُتر آیا۔

"اچھا.... اب مجھے یہیں اتار دو....!" لڑکی پرس میں سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالتی ہوئی بولی۔ "یہ رہا میرا پتہ.... اگر شام تک روپیہ نہ پہنچا تو اچھا نہ ہوگا۔"

"پہنچ جائے گا۔" قاسم ملتجیانہ انداز میں بولا۔

اس نے سڑک کے کنارے کار روک دی اور لڑکی اُتر گئی۔ قاسم کار کھڑی کئے لڑکی کو جاتے دیکھتا رہا۔ جب وہ ایک گلی میں مڑ گئی تو اس نے دانت پیس کر ہوا میں مکا لہراتے ہوئے کہا۔ "حمید سالے.... سور کمینے.... بچے کے چمار.... تیری موت آگئی ہے۔"

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس وقت قاسم اندھا دھند کار چلا رہا تھا اور کار فریدی کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی۔

کوٹھی کے قریب پہنچ کر اس نے رفتار کم کردی۔ پھاٹک بند تھا اور سلاخوں کے پیچھے تین خطرناک قسم کے کتے کھڑے تھے جیسے ہی قاسم کار سے اُتر کر پھاٹک کی طرف بڑھا کتوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سلاخیں توڑ کر باہر نکل آئیں گے قاسم کو سامنے کوئی نوکر بھی نہیں دکھائی دیا۔

"میں سب سمجھتا ہوں سالے۔" وہ عمارت کو مکا دکھا کر بولا۔

❁

فریدی رات بھر کا تھکا ہوا تھا۔ تقریباً ایک بجے تک تو وہ کوتوالی ہی میں رہا تھا اور پھر کوتوالی ہی میں اس نے ایک ایسی خبر سنی کہ اس کی ساری رات دوڑ دھوپ میں گذر گئی۔

اور جب وہ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے صبح گھر پہنچا تو اسے خلاف معمول کمپاؤنڈ کا پھاٹک بند نظر آیا۔ سامنے ہی ایک کار کھڑی تھی اور کتے بے تحاشہ بھونک رہے تھے اور کتے بھی وہ جو رات کے علاوہ اور کسی وقت کھلے نہیں چھوڑے جاتے تھے۔

جب وہ اور قریب پہنچا تو اسے قاسم کار میں بیٹھا دکھائی دیا۔ قاسم نے فریدی کی کیڈی لاک

پر نظر پڑتے ہی اپنی گاڑی سے چھلانگ لگادی اور پھاٹک کی طرف مکا دکھاتا ہوا چیخا۔ "دیکھتا ہوں اب کیسے نہیں کھلتا پھاٹک۔"

فریدی نے اسے بڑی حیرت سے دیکھا۔ قاسم لاکھ بے ڈھنگا سہی مگر لباس کے معاملے میں بڑا محتاط تھا اور اس سے اس حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ سلیپنگ سوٹ پہن کر سڑکوں پر مارا مارا پھرے گا۔

"کیا بات ہے۔" فریدی نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

قاسم فریدی سے بہت ڈرتا تھا اور پھر اس نے اس کے سر پر پٹی بھی بندھی ہوئی دیکھی۔ حمید کے خلاف اس کا غصہ فوری طور پر ٹھنڈا ہو گیا۔

"میری زندگی برباد ہو گئی جناب۔" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں بات کیا ہے؟"

"آپ دیکھ رہے ہیں۔" قاسم نے پھاٹک کی طرف اشارہ کیا جس کے اس پار اب بھی خونخوار قسم کے کتے اچھل اچھل کر بھونک رہے تھے۔

"ہاں.... میں دیکھ رہا ہوں۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "تم بھی تو کچھ بکو۔"

"یہ سب میرے لئے کیا گیا ہے۔"

"کیوں.... بکو....!"

"میں حمید کو بدلہ لئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"جہنم میں جاؤ۔" فریدی اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا پھاٹک کے پاس پہنچ گیا۔ کتے اسے دیکھ کر دم ہلانے لگے۔ پھاٹک اندر سے مقفل نہیں تھا۔ صرف پٹ بھیڑ دیئے گئے تھے۔

فریدی پھاٹک کھول کر اندر داخل ہو گیا اسے دیکھ کر نوکر بھی سامنے آ گئے۔

"کس نے کھولا ہے ان کتوں کو....؟" اس نے غصیلی آواز میں نوکروں سے پوچھا۔

"حمید صاحب نے۔" ایک نوکر نے جواب دیا۔

"بند کرو انہیں....!" فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے قاسم کی طرف پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔

قاسم کچھ دیر تک بُرے بُرے منہ بناتا رہا پھر واپس جاکر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں

کھانسی آ گئی اور اس نے کچھ اس جھلائے ہوئے انداز میں کوٹھی کی طرف منہ کر کے بلغم تھوکا جیسے اسے توقع ہو کر وہ حمید کے چہرے پر ہی پڑے گا۔ ”کبھی تو باہر نکلو گے بیٹا۔“ وہ ناک سکوڑ کر بڑبڑایا۔ ”میں بھی اب تمہارا قیمہ بنائے بغیر یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔“

اور حمید اندر اپنے کمرے میں آرام کرسی پر پڑا ہوا نہایت اطمینان سے پائپ پی رہا تھا۔ اسے اس حال مین دیکھ کر فریدی کا پارہ چڑھ گیا۔

”میں تمہیں بہت جلد کوئی بہت ہی سخت قسم کی سزا دوں گا۔“ فریدی نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیوں....؟“ حمید نے اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کئے۔

”قاسم کیوں شور کر رہا ہے؟“

”شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید کتے بھونک رہے تھے اور ابھی میں نے کتوں کی زبان سیکھی نہیں ورنہ پورا پورا مطلب سمجھا دیتا۔“

فریدی چند لمحے اسے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر ایک نوکر کو آواز دے کر قاسم کو بلانے کے لئے کہا۔

”ابے.... او.... کہاں چلا۔“ حمید اٹھ کر نوکر کی طرف دوڑا۔ ”اگر تو نے اس کمرے سے باہر قدم نکالا تو ٹانگیں توڑ دوں گا۔“

پھر وہ فریدی کی طرف پلٹ کر بولا۔ ”بتاتا ہوں.... مگر وعدہ کیجئے کہ آپ اس آدم خور کو اندر نہیں آنے دیں گے۔“

”بکو جلدی.... میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں۔“

”آپ جانتے ہیں کہ وہ سور مجھے آئے دن بور کرتا رہتا ہے کہ کسی تگڑی سی عورت سے تعارف کرا دو لہٰذا میں نے کل اس کا تعارف ایک پیشہ ور قسم کی اینگلو انڈین سے کرا کے دونوں کو خوب شراب پلوائی اور پھر اس کے بعد انہیں گھر پہنچا دیا۔“

”کس کے گھر....؟“

”قاسم کے....؟“

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا اور حمید بولا۔ ”ظاہر ہے کہ خاصی مرمت ہوئی ہو گی۔“

"اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس ہے۔" فریدی نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ اس کی بیوی....!"

"جی ہاں.... ان دونوں میں آج تک میاں بیوی کے تعلقات نہیں قائم ہو سکے۔" حمید جلدی سے بولا۔

"اچھا تم یہیں ٹھہرو.... واقعی وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔" فریدی مسکرا کر بولا اور کمرے سے نکل گیا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے ایک نوکر کو بھیج کر قاسم کو بلوایا۔

"کیوں بھئی کیا معاملہ ہے....؟ بیٹھ جاؤ۔"

"بس کچھ نہیں.... حمید کو بلوا دیجئے۔" قاسم غصیلی آواز میں بولا۔

"پہلے مجھے پوری بات بتاؤ۔"

"اسی سے پوچھ لیجئے۔"

"مگر وہ تو کہتا ہے کہ کوئی بات ہی نہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں.... دیکھا جائے گا۔"

"تو تم مجھے نہیں بتاؤ گے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا بتاؤں.... مجھے شرم آتی ہے۔"

بڑی مشکل سے قاسم نے ہکلا ہکلا کر اور شرما شرما کر پورا واقعہ دہرایا۔ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "والد صاحب دو تین دنوں کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں لیکن وہ جیسے ہی آئیں گے وہ کمبخت فوراً داغ دے گی۔"

"قاسم مجھے افسوس ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اکثر تمہارے لئے غمگین رہتا ہوں۔ تم دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے....؟"

"اگر اس کا نام بھی لوں تو گولی سے اڑا دیا جاؤں۔ کبھی کبھی تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہی والد صاحب کو گولی سے اڑا دوں۔"

"ہوں.... مگر دیکھو.... حمید تمہارا ہمدرد ہے۔"

"میں کسی طرح نہیں مان سکتا.... اللہ قسم.... ابھی تو وہ سالی مجھ سے دو ہزار روپے بھی

وصول کرے گی۔"

"تم سمجھے نہیں.... اس نے تمہارے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی۔ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ تم میں اتنی ہمت نہیں کہ تم اپنے والد سے دوسری شادی کے لئے کہہ سکو۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

"لیکن انہیں کسی نہ کسی طرح حالات سے باخبر ہونا چاہیئے ورنہ تم اس طرح گھل گھل کر ٹی۔بی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔"

فریدی نے یہ جملہ کچھ ایسے مخلصانہ لہجے میں کہا کہ قاسم کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور وہ بھاڑ سا منہ پھیلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ غالباً یہ آنسو روکنے کی آخری تدبیر تھی۔

"اب یوں سمجھو....!" فریدی نے لوہا گرم دیکھ کر دوسری ضرب لگائی۔ "اگر تم دو تین بار ایسی ہی حرکتیں پھر کرو تو تمہارے والد کو ضرور تشویش ہو گی۔ پھر وہی وقت ہو گا کہ تم ان سے سب کچھ صاف صاف کہہ دو۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ اس صورت میں تمہارے مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں گے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ حمید کی دی ہوئی گولیاں کڑوی ضرور ہیں مگر اس سے تمہارا مرض ضرور رفع ہو جائے گا۔"

"الا قسم جھوٹا ہے سالا.... اس نے مجھے گولی وولی نہیں دی۔"

فریدی نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "تم سمجھے نہیں۔ حمید تمہیں دھوکے میں ڈال کر ابھی دو چار بار اور اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" قاسم جھلا کر کھڑا ہو گیا۔ "میں آپ کا بہت ادب کرتا ہوں۔"

"اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی ہو جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تمہارے والد کو یقین آجائے کہ تم آوارگی کی طرف مائل ہو۔ حمید نے کئی اسکیمیں بنا رکھی ہیں۔ شروع میں تمہاری تھوڑی بہت پٹائی ضرور ہو گی مگر پھر معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ کیا خیال ہے.... سمجھے یا نہیں۔"

قاسم پھر بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آہستہ سے بولا۔ "میں سمجھ گیا۔"

"سمجھ گئے نا.... میں جانتا ہوں کہ تم کافی سمجھ دار ہو۔"

"مگر یہ بات تھی تو مجھے پہلے ہی بتادینا تھا۔"

"اگر وہ پہلے بتادیتا تو تم ہرگز نہ تیار ہوتے۔"

"ٹھیک ہے۔" قاسم سر ہلانے لگا۔

"اسی لئے اس نے تمہارے ساتھ بظاہر دشمنوں کا سا برتاؤ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی اسکیم یہی تھی جو میں نے بتائی ہے۔"

قاسم کچھ دیر تک خاموشی سے بیٹھا اپنی ٹانگیں ہلاتا رہا پھر بولا۔ "لیکن میں اب گھر کیسے جاؤں۔ وہ کم بخت میری زندگی تلخ کردے گی۔"

"تو تم اس سے بھی ڈرتے ہو؟"

"اس سے نہیں بلکہ اپنے غصے سے ڈرتا ہوں کہیں کسی دن ٹانگیں چیر کر نہ پھینک دوں۔ کچھ بھی ہو فریدی صاحب میں والد صاحب کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔"

"اچھا یہ تو تمہیں تسلیم ہے نا کہ حمید نے تم سے کوئی برائی نہیں کی۔"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سوچ کر جواب دوں گا۔"

"احمق نہ بنو.... اگر تم والد کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تو اپنا ضروری سامان لے کر یہاں آجاؤ اور اگر زیادہ دنوں تک سامنا نہ کرنے کا ارادہ ہو تو میرے ہمراہ غیر ممالک کے دورے پر چلو۔"

"غیر ممالک کے دورے پر۔" قاسم نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... ہاں.... چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر تمہارے لئے پاسپورٹ اور ویزا حاصل کرلوں گا۔"

"میں بالکل تیار ہوں۔" قاسم خوش ہو کر بولا۔ "میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے کچھ دن تک اس سالی کی اور اس کے کسی ہمدرد کی شکل نہ دکھائی دے۔"

"تو پھر اب تمہیں حمید سے کوئی شکایت نہیں۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"ہوں.... اچھا اب تم جا کر سامان یہاں لے آؤ۔"

قاسم حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کرتا ہوا رخصت ہو گیا۔

حمید اس دوران میں ایک دروازے کے پیچھے کھڑا رہا تھا۔ قاسم کے جاتے ہی وہ فریدی کے

سامنے آکر بولا۔ "مانتا ہوں، اس بگڑے ہوئے ہاتھی کا مہاوت آپکے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر بیزاری اور اکتاہٹ کے آثار نظر آرہے تھے۔

"تمہاری وجہ سے میرا بہت وقت برباد ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"غالباً رات بھر میری ہی وجہ سے آپ کا وقت برباد ہوتا رہا تھا۔"

"نہیں وہ وقت کا صحیح مصرف تھا۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ پچھلی رات سرکاری خزانے پر ڈاکہ پڑا تھا۔"

"پڑا ہوگا.... ہمیں ڈاکوں واکوں سے کیا غرض۔" حمید لاپرواہی سے بولا۔

"لیکن ساری رقم محفوظ ہے۔"

"تو پھر ڈاکہ کیسا.... مجرم ناکامیاب رہے۔"

"وہ سو فیصدی کامیاب رہے حمید صاحب۔ وہ خزانے سے صرف چاندی کا ایک حقیر سا زیور لے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب....؟" حمید اچھل پڑا۔

"انکا قوم کی شہزادی کا طوق....!"

"چلئے اچھا ہی ہوا۔ ہم مفت کی دردسری سے بچ گئے۔" حمید نے مسرت کا اظہار کیا۔

"دردسری تو اب شروع ہوگی حمید صاحب۔" فریدی نے کہا۔ "پہلے تو ہم شاید برٹش گی آنا ہی تک جاتے مگر اب نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑے۔"

حمید نے بہت بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

فریدی کہتا رہا۔ "چلی کی حکومت نے ہماری حکومت سے گفت و شنید کے بعد یہ طے کیا تھا کہ ہم اسے برٹش گی آنا تک پہنچا دیں اور وہاں سے پھر ان کے آدمی لے جائیں گے۔"

"آخر ہماری حکومت نے اسے منظور ہی کیوں کیا تھا۔" حمید بولا۔ "وہاں کی حکومت کا کوئی نمائندہ یہیں آکر اسے کیوں نہیں لے سکتا۔"

"سنو! غلطی ہمارے ہی یہاں کے ایک شہری کی تھی۔ لوتھر اسے سنگ ہی کی مدد سے چرا کر لایا تھا۔ اس لئے ہماری حکومت کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ خود ہی اسے واپس کرادے۔"

"ہوں....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن آخر وہاں کی حکومت اس چاندی کے زیور کے لئے

اتنی بیتاب کیوں ہے؟"

"حماقت آمیز سوال نہ کیا کرو۔" فریدی جھنجھلا گیا۔ "اگر خزانے کی بات محض افواہ ہو تب بھی اس کا شمار آثار قدیمہ میں ہوگا اور چونکہ وہ جنوبی امریکہ ہی کے ایک شاہی خاندان کی یادگار ہے اس لئے وہاں کے کسی بھی ملک کو اس کی خواہش ہو سکتی ہے۔"

"مگر آپ نے تو کہا تھا کہ اس پر کی تحریر حاصل کر لینے کے بعد وہ زیور بیکار ہو جاتا ہے۔ اس کی اتنی اہمیت نہیں رہ جاتی کہ اس کے لئے کوئی جدوجہد کرے۔"

"تم بالکل گدھے ہو۔ اہمیت کا سوال صرف سنگ ہی کے لئے تھا۔ میں اسے سنگ ہی کے نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر آثار قدیمہ کی حیثیت سے اس کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت ہوتی تو وہ اس مردہ شہزادی کے سارے ہی زیورات اُتار لاتا صرف مشہور ہے کہ وہ انکا قوم کے شاہی خزانے کا سراغ بھی ہو سکتی ہے اب اگر ایک شخص اسے آثار قدیمہ والے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ خزانے کے چکر میں ہے تو اس تحریر کے حاصل ہو جانے کے بعد طوق تو اس کے لئے ایک بے معنی چیز ہو گیا۔ پھر اس کے لئے ڈاکہ زنی کی ضرورت کیوں پیش آتی؟"

"سمجھ گیا....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہ ڈاکہ پڑا کس طرح۔ وہاں تو بہت سخت پہرہ رہتا ہے؟"

"رہتا ہے.... لیکن پہرے والوں کو بدحواس کرنے کے لئے پانچ عدد اژدھے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے گرد و پیش کئی عدد اژدھے رینگتے ہوئے دیکھے۔ ظاہر ہے اگر کسی عمارت میں بیک وقت کئی عدد اژدھے دکھائی دیں تو وہاں کے لوگوں کا کیا حال ہوگا.... بہرحال سنتری اپنی ڈیوٹیاں چھوڑ کر ادھر اُدھر ہو گئے....اور پھر جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔"

"اژدھے کیسے تھے؟"

"بالکل بے ضرر.... ایسے ہی جیسے اکثر تم نے سپیروں کی گردنوں میں لٹکتے ہوئے دیکھے ہوں گے۔ جنہیں بچے بھی ہاتھوں میں اٹھا لیتے ہیں۔"

"کیا وہ اژدھے بھی ساتھ ہی لے گئے؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں آج صبح وہ مختلف مقامات سے پکڑے گئے ہیں اور ہاں اس چینی کی لاش.... اس سے بہت کچھ رہنمائی ہوتی ہے.... اور حمید صاحب آج کی رات میرے لئے بڑی خوشگوار ثابت ہوگی۔"

اغوا

فریدی نے کیڈیلاک ایک تاریک گلی میں کھڑی کردی۔ رات کے دس بج چکے تھے اور بندرگاہ کی یہ قریبی بستی سکوت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ کیڈیلاک سے نیچے اُترا۔ اس کے ساتھ قاسم بھی تھا لیکن ایک عجیب حلیے میں۔ اس نے نیلے رنگ کی ایک ڈھیلی ڈھالی پتلون پہن رکھی تھی۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور سر کے پچھلے حصے پر ایک چھوٹی سی گول ٹوپی منڈھی ہوئی تھی۔ قمیض کی جگہ ایک ملگجی سی بنیان تھی۔ ڈاڑھی تھی تو چھوٹی ہی.... لیکن.... بال اتنے گنجان تھے.... کہ.... مونچھوں سے مل کر انہوں نے دہانہ بالکل ڈھک لیا تھا.... اور.... پھر دیو جیسا ڈیل ڈول.... بہر حال.... قاسم حد درجہ خوفناک نظر آرہا تھا۔

گلی سنسان پڑی تھی۔ فریدی تھوڑی دیر تک آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا۔ پھر وہ ایک طرف چل پڑے۔ آگے دوسری گلی تھی جس کے سرے پر رک کر فریدی نے ہلکی سی سیٹی بجائی اور دوسرے ہی لمحے میں تاریک گلی سے اس کا جواب ملا۔ آواز دور کی معلوم ہو رہی تھی۔

"بس اب جاؤ....!" فریدی قاسم کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

قاسم پہلی گلی کے موڑ پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ فریدی کی کیڈیلاک فراٹے بھرتی ہوئی سڑک پر نکل گئی۔

قاسم چلتا رہا۔ اب وہ تاریک گلیوں سے نکل کر ایک کشادہ راستے پر چل رہا تھا۔ جس کے دونوں طرف سالخوردہ پتھروں کی عمارتیں تھیں اور یہاں تاریکی بھی نہیں تھی۔ قاسم ایک عمارت کے سامنے رک گیا جس پر "سیلرس کلب" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہ بندرگاہ کے علاقے میں ایشیائی جہاز رانوں کی واحد تفریح گاہ تھی لیکن اکثر یہاں مشرقی منشیات کے شوقین یورپی باشندے بھی دکھائی دے جاتے تھے۔ خصوصاً ہالینڈ کے ملاح جو چرس بھرے سگرٹوں پر جان دیتے ہیں۔ اس عمارت میں پہلے دراصل منشیات کے ایک لائسنس دار تاجر کا کاروبار تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کی دیسی منشیات کی کھپت یوروپین جہاز رانوں میں بھی ہونے لگی ہے تو اس نے باقاعدہ طور

پر چانڈو خانہ چلانے کیلئے اجازت حاصل کرلی اور اس کا یہ کاروبار "سیلرس کلب" کے تحت چلنے لگا۔ حکام سے بنائے رکھتا تھا۔ اس لئے عموماً غیر قانونی حرکتیں بھی اس سے سرزد ہو جاتی تھیں۔

قاسم بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔ عمارت کا نقشہ اسے پہلے ہی اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ جیسے ہی وہ بڑے کمرے میں داخل ہوا کئی نظریں اس کی طرف بیساختہ اٹھیں۔ اس کے ڈیل ڈول کا جائزہ لیا اور جھک گئیں۔ قاسم اس لباس میں دراصل کسی جہاز کا خلاصی معلوم ہو رہا تھا۔

وہ ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔ گرد و پیش سے مختلف قسم کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

اس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر چائے طلب کی مگر یہاں کی بدبودار فضا میں اس کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ مختلف قسم کے منشیات کے دھوئیں کے مرغولے کمرے میں چکراتے پھر رہے تھے۔

اس نے کسی نہ کسی طرح چائے زہر مار کی اور برا سا منہ بنائے ہوئے کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ وہاں مختلف ممالک کے جہاز راں نظر آرہے تھے۔ چینی، جاپانی، ملائی، برمیز، انڈونیشئن وغیرہ، دو ایک چہرے سفید نسل سے بھی تعلق رکھتے تھے۔

اچانک قاسم کی نظر ایک سانولی سی لڑکی پر پڑی جو کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر ہال میں آرہی تھی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

لڑکی کے جسم پر نارنجی رنگ کا اسکرٹ تھا اور اس کے ہونٹوں پر لپ اسٹک کی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔ چہرے پر پاؤڈر نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں؟ ہو سکتا ہے خود اسے ہی اس بات کا احساس ہوا ہو کہ وہ پاؤڈر سے بغیر ہی اچھی لگتی ہے یا پھر اس میں تھوڑا بہت منطقی شعور بھی رہا ہو۔ کیونکہ چہرے کا پاؤڈر اسکرٹ کے نیچے کالی کلوٹی پنڈلیوں کا عیب نہیں چھپا سکتا۔

قاسم نے بڑی بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صدر دروازے کی طرف آرہی تھی۔ کبھی کبھی وہ مسکرا کر ادھر اُدھر بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتوں کا جواب بھی دیتی جاتی تھی۔

جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچی قاسم نے اچھل کر اسے پکڑ لیا۔ ایک پل کے لئے اس کی نظر قاسم کے چہرے پر پڑی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ بیک وقت ہال میں اندھیرا ہو گیا۔ شور مچ گیا۔ کرسیاں اور میزیں الٹنے لگیں۔

قاسم لڑکی کو کاندھے پر ڈالے اور ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبائے ہوئے گلی میں بھاگ رہا

تھا۔ اسے یقین تھا کہ قرب و جوار میں اس کے مدد گار موجود ہیں ورنہ اس پر بد حواسی کا دورہ کبھی کا پڑ چکا ہوتا۔ لیکن اس صورت میں بھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہوا میں اڑا جا رہا ہو۔ اسے نہ اپنی جسامت کا احساس تھا اور نہ اس بوجھ کا احساس جو اسکے شانے پر پڑا ہوا بُری طرح مچل رہا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا اس گلی میں پہنچا جس کے سرے پر کھڑے ہو کر فریدی نے کسی کو کچھ اشارہ کیا تھا۔ جیسے ہی وہ گلی میں گھسا اس پر سامنے سے ٹارچ کی روشنی پڑی اور پھر فوراً ہی غائب ہو گئی۔

دوسرے لمحے میں اس نے حمید کی آواز سنی۔

"چلے آؤ.... سیدھے.... گھبرانا مت....!"

لڑکی اس کے شانے پر بُری طرح مچل رہی تھی۔ وہ اپنے منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہتی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے دونوں ہاتھوں سے قاسم کو نوچ کھسوٹ ڈالا تھا۔ لیکن شاید قاسم کو اس کا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔

"ادھر ادھر....!" حمید نے کہا۔ "کار میں ڈال دو.... منہ دبائے رہنا۔"

قاسم اسے کار میں ٹھونس کر خود بھی اندر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

"منہ سے ہاتھ نہ ہٹنے پائے۔" حمید نے ایک بار پھر کہا۔

کار گلیوں سے گذرتی ہوئی سڑک پر نکل آئی تھی اس کی کھڑکیوں پر سیاہ پردے چڑھے ہوئے تھے لہٰذا باہر سے دیکھ لئے جانے کا خدشہ نہیں تھا۔ حمید بار بار قاسم کو تاکید کرتا جا رہا تھا کہ لڑکی کے منہ سے ہاتھ نہ ہٹنے پائے۔

"یہ! دل گھبرا رہا ہے.... غمید بھائی....!" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اگر میرے کہنے کے خلاف کیا تو گولی مار دوں گا۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔

قاسم کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ پتہ نہیں اس نے حمید کی بات کا جواب دینے کی کوشش کی تھی یا لڑکی نے کوئی دوسرا حربہ استعمال کیا تھا۔

"کیا ہوا....؟" حمید نے ہنس کر پوچھا۔

"ننک.... غس.... غس نہیں....!" قاسم ہانپتا ہوا ہکلایا۔

کار فراٹے بھرتی رہی۔ رات زیادہ گذر جانے کی وجہ سے سڑکوں پر بھیڑ بھی نہیں تھی۔

قاسم پر بد حواسی کا دورہ پڑ چکا تھا اور اسے اب صرف اس کا احساس رہ گیا تھا کہ اس کی سانس

چل رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس کا سارا وجود ذہن کے سناٹوں میں گم ہو چکا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ اس پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔

لیکن اس کے ذہن نے اچانک پھر سنبھالا لیا۔ ساتھ ہی اسے ایک سریلی آواز بھی سنائی دی۔

"میں شور نہیں مچاؤں گی۔"

"اوہ... ہف... شکریہ... ارے ہائیں۔" قاسم بوکھلاہٹ میں حمید کا سر ٹٹولنے لگا۔

"میں شور نہیں مچاؤں گی.... میری جان نہ لو۔" لڑکی دوبارہ دبی دبی سی آواز میں بولی۔

"ہائیں اب کیا چھوڑ دیا۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ارے... حمید بھائی۔" قاسم ہکلا کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ لڑکی اس کی گرفت سے کس طرح نکل گئی۔

"ابے او قاسم کے بچے۔"

"میں کیا کروں حمید بھائی۔" قاسم رو دینے والی آواز میں بولا۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ میں شور نہیں مچاؤں گی۔"

"جی ہاں.... جی ہاں... !" قاسم جلدی سے بولا۔

"اچھا.... !" حمید نے قاسم سے کہا۔ "اگر یہ شور مچائے تو گلا گھونٹ کر مار ڈالنا۔"

قاسم کچھ نہ بولا۔ لڑکی بھی ایک کنارے دبکی بیٹھی رہی۔ اس نے قاسم کی خونخوار شکل کی ایک ہی جھلک دیکھی تھی لیکن اس کے ذہن پر اب بھی اس کا خوف مسلط تھا۔

تھوڑی دیر بعد کار فریدی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ کوٹھی تاریک پڑی تھی۔ حمید کار کو سیدھا پورٹیکو میں لیتا چلا گیا اور اس نے برآمدہ تاریک ہونے پر ذرہ برابر بھی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ان کی اسکیم ہی کا کوئی جز رہا ہو۔

اس نے کار سے اُتر کر سب سے پہلے قاسم کو کار سے نکالا۔ پھر لڑکی سے اترنے کو کہا وہ چپ چاپ نیچے اُتر آئی۔ حمید نے ٹارچ بھی نہیں روشن کی۔

وہ اندھیرے ہی میں برآمدے سے گذر کر اندر پہنچے۔ اندر روشنی تھی۔ لڑکی نے قاسم کو غور سے دیکھا جو ایک آرام کرسی پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ اس کی مصنوعی ڈاڑھی کئی جگہ سے اکھڑ گئی تھی اور چہرے پر ناخنوں کی خراشیں تھیں جن سے خون نکل کر جم گیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ....!" حمید نے لڑکی سے کہا۔

لیکن وہ کھڑی رہی۔ قاسم اپنی مصنوعی ڈاڑھی کے بال نوچ نوچ کر پھینک رہا تھا۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر لڑکی کی طرف دیکھا۔

لڑکی کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اس کی سانولی رنگت پر لپ اسٹک بُری نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہ خوبصورت نہ سہی مگر جاذب نظر ضرور تھی۔

❁

پرنسٹن کے ایک موٹر گیراج کے سامنے ایک جیپ کار رکی اور اس پر سے ایک آدمی کود کر بھاگتا ہوا گیراج کے اندر چلا گیا۔

کافی رات گذر جانے کے باوجود بھی گیراج میں کام ہو رہا تھا۔ آنے والا بھاگتا ہوا ایک میز کے قریب پہنچا جہاں ایک قوی ہیکل اور بارعب آدمی بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

اپنے قریب آہٹ محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دو خوفناک اور سرخ آنکھیں پھر اس نے اپنی چڑھی ہوئی مونچھوں کو داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے سہارا دے کر آنے والے کی طرف دیکھا۔

"میں سیلرس کلب سے آیا ہوں۔" آنے والے نے اس کے چہرے پر سے نظر ہٹا کر کہا۔

"ہوم! تو پھر....؟"

"لڑکی کو کوئی اٹھا لے گیا۔"

"ہام....!" خوفناک چہرے والا کھڑا ہو گیا۔

"کوئی اٹھا لے گیا۔ کسی نے بجلی کی مین لائن کاٹ دی تھی۔"

اس نے آنے والے کو گریبان سے پکڑ کر ایک طرف دھکیل دیا اور خود آگے بڑھ کر ایک موٹر سائیکل اٹھائی اور پھر وہ موٹر سائیکل گیراج کے اندر ہی سے اسٹارٹ ہو گئی۔

آنے والا ایک کنارے کھڑا اپنا کالر درست کر رہا تھا۔ اس نے گیراج سے نکلتی ہوئی موٹر سائیکل کو بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

موٹر سائیکل اب سڑک پر جا رہی تھی۔ طوفان کی طرح۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سوار یا تو پاگل ہو گیا ہو یا اسے اپنی جان کا خوف نہ ہو۔ موٹر سائیکل زیادہ تر شہر کی سنسان سڑکوں ہی کی طرف

طرف مڑ رہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد اس کا رخ لڑکال جنگل کی طرف ہو گیا جب وہ سڑک سے کچی زمین پر اترنے لگی تو ایک جھاڑی سے ٹارچ کی روشنی کی ایک لمبی سی شعاع اس کے پیچھے پھیلتی چلی گئی۔

حمید قاسم کو عجیب انداز سے دیکھ رہا تھا اس میں غصہ مضحکہ اور ہمدردی سبھی کچھ تھا۔ وہ لڑکی جسے وہ "سیلرس کلب" سے بالجبر اٹھا کر لائے تھے اتنے اطمینان سے ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی جیسے ان کی خاص الخاص استدعا پر ٹی پارٹی میں شرکت کے لئے آئی ہو۔

وہ تینوں خاموش تھے اور قاسم بار بار اس طرح اپنی آنکھیں مل کر لڑکی کو دیکھنے لگتا تھا جیسے اسے اس کے وجود پر یقین نہ ہو۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" حمید نے لڑکی سے پوچھا۔

"اوہ.... میرا نام نہیں معلوم۔" لڑکی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"جی ہاں.... جی ہاں نہیں مالوم....!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ پھر وہ اس طرح منہ چلانے لگا جیسے منہ میں مسری کی ڈلی رکھ کر بھول گیا ہو۔

"حیرت ہے کہ آپ لوگ میرا نام بھی نہیں جانتے حالانکہ اس طرح اٹھا کر لائے تھے۔"

"الاقسم نہیں جانتے۔ جھوٹ تھوڑا ہی ہے۔" قاسم لپک کر بولا۔

حمید اسے گھورنے لگا۔

"ہائیں گھورتے کیوں ہو۔" قاسم نے کہا۔ پھر سر پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تو تم ہی بات کرونا.... میں کون ہوتا ہوں۔"

حمید چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر لڑکی سے بولا۔ "لیکن تم اس کے باوجود بھی بہت مطمئن نظر آرہی ہو۔"

"پھر....!" لڑکی مسکرائی اور ایک طویل انگڑائی لے کر بولی۔ "میری زندگی ہی یہی ہے۔"

"زندگی....!"

"ہاں.... لیکن میں شاعری نہیں کر رہی ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ قاسم بھی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے پھر آنکھیں مل مل کر لڑکی کو

دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر اپنے بازو پر زور سے چٹکی لی اور "سی" کر کے رہ گیا۔

لڑکی کمرے کا ساز و سامان دیکھ رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی انگلیاں کرسی کے ہتھے پر اس طرح چل رہی تھیں جیسے اس کے ذہن میں وائیلن کا تصور ہو۔

"ایک سگریٹ دو گے۔" اچانک وہ حمید کی طرف مڑ کر بولی۔

"ہاں.... آں....!" حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ذرا میرے کمرے سے سگریٹ کا ڈبہ اٹھا لاؤ۔"

"اچھا....!" قاسم اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گیا۔

"کیوں....؟"

"کود جا کر لاؤ نا.... میں تمہارے باپ کا نوکر تو نہیں۔"

"مجھے بتاؤ.... میں خود لاؤں۔" لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔

"بیٹھو بیٹھو....!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا اور قاسم کو گھورتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

لڑکی نے قاسم سے کہا۔ "آپ نے بھیس خوب بدلا تھا۔"

"ارے ہی.... ہی.... ہی.... میں کیا.... انہیں سالوں نے گت بنالی تھی۔"

"یہ ہیں کون....؟" لڑکی نے بڑے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"ارے تم نہیں جانتیں....؟"

لیکن قبل اس کے کہ وہ جملہ پورا کرتا حمید سگریٹ کا ڈبہ لے کر واپس آ گیا۔ قاسم چپ ہو گیا۔ حمید نے شاید اس کا ادھورا جملہ سن لیا تھا۔ اس لئے اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی قاسم سے کہا۔ "اپنے کمرے میں جاؤ۔"

"پھر وہی....!" قاسم بھنا گیا۔ "کیا میں تم سے دبتا ہوں....؟"

"اوہ....!" لڑکی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ "یہ مجھے ناپسند ہے شاید اب.... تم دونوں آپس میں لڑو گے۔"

"ضرورت پڑی تو ضرور لڑیں گے۔" قاسم اکڑ کر بولا۔ وہ اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"تم یہاں اپنی موجودگی کا غلط مقصد سمجھ رہی ہو۔" حمید اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "تھوڑی ہی دیر بعد تم آزاد ہو گی۔"

"مجھے حیرت ہے۔ تم لوگ مجھے بہت ہی خطرناک قسم کے آدمیوں کے درمیان سے لائے ہو۔" لڑکی بولی۔

"کیا واقعی....؟" حمید نے حیرت کا اظہار کیا۔ "میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔"

"تم مجھے کیوں لائے ہو....؟"

"بس یونہی تفریحاً.... تمہیں قریب سے دیکھنے کے لئے۔"

"شاید میں پاگل ہو جاؤں گی۔" لڑکی اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

"کیوں....؟" حمید اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"میری زندگی ہی بدمعاشوں میں گذری ہے۔ مگر ایسے بدمعاش.... انہوں نے میرے لئے کافی کشت و خون کیا ہے۔ مجھے دوسرے بدمعاشوں سے چھین لائے ہیں۔ میری نگہداشت ہوتی ہے۔ میں جب بھی باہر نکلتی ہوں میرے ساتھ دو آدمی ہوتے ہیں اور ان کی جیبیں خالی نہیں ہوتیں۔ وہ ریوالور رکھتے ہیں لیکن مجھے اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ لوگ مجھے دوسروں سے کیوں چھین لائے ہیں؟"

"پہلے تم کہاں تھیں؟"

"صفدر آباد میں.... کمبر لینڈ ہوٹل کی ہوسٹس لیکن مجھ پر چند بدمعاشوں کا قبضہ تھا۔"

"یہ لوگ تمہیں کب لائے؟"

"ایک ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"سرغنہ کون ہے؟"

"میں نام نہیں جانتی لیکن وہ خوفناک آدمی ہے۔ بڑی مونچھوں اور خونخوار آنکھوں والا۔"

"سیلرس کلب کا منیجر....؟" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... وہ تو.... وہ بھی اس سے دبتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ سیلرس کلب سے اس کا کیا تعلق ہے۔"

"تم سیلرس کلب میں رہتی ہو....؟"

"ہاں.... وہاں مجھے ایک کمرہ دیا گیا ہے۔"

"تم سے کام کیا لیا جاتا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں.... اکثر شام کو مجھے کاؤنٹر پر بیٹھنے کو کہا جاتا ہے اور بس۔ مجھے قید کر کے نہیں رکھا گیا۔ لیکن پھر بھی نگرانی کافی ہوتی ہے۔ مین تنہا باہر نہیں نکل سکتی اور ہاں رات کو وہ میرا کمرہ باہر سے مقفل کر دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں خواب میں چلتی ہوں۔ سوچتے ہوں گے ممکن ہے مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے۔ عجیب بات ہے مجھے یقین نہیں آتا مگر لوگ کہتے ہیں۔ صفدر آباد میں ایک سائیکو انیلسٹ نے کہا تھا کہ جو کام میں جاگتے میں نہیں کرنا چاہتی یا کرنا بھول جاتی ہوں اسے نیند.... کی حالت میں کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے بالکل علم نہیں ہوتا.... ہے نا عجیب بات۔"

حمید چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ریکھاڈنیئیل.... میں کرسچین ہوں۔"

"ڈنیئیل....؟"

"ہاں وہ میرے باپ تھے۔"

حمید کچھ اور پوچھنے والا تھا کہ اچانک پوری عمارت کی روشنی غائب ہو گئی۔ حمید بوکھلا کر اٹھا۔ وہ قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ "خبردار.... گولی ماردوں گا۔" وہ ریوالور نکال کر چیخا اور پھر اندھیرے ہی میں ایک فائر بھی کر دیا لیکن اس کے جواب میں اس نے کسی قسم کی آواز نہیں سنی۔

ایک بم کئی لاشیں

"کیا ہوا حمید بھائی؟" اس نے قاسم کی آواز سنی اور پھر اچانک اسے یاد آیا کہ اس سے ایک زبردست غلطی سرزد ہوئی تھی۔ اسے لڑکی کو لے آنے کے بعد پھاٹک بند کرا کے کمپاؤنڈ میں رکھوالی کرنے والے کتے چھوڑ دینے چاہئے تھے۔

فریدی نے خاص طور پر اس کی تاکید کی تھی۔ لیکن وہ بھول ہی گیا۔ وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف لپکا لیکن اس کا سر بند دروازے سے ٹکرا کر رہ گیا۔

"حمید بھائی....!" قاسم نے پھر گھٹی گھٹی سی آواز میں اسے پکارا۔

"چپ رہو حمید بھائی کے بچے۔" حمید جھلا گیا۔ وہ دیوار کے سہارے چلتا ہوا کمرے کے دوسرے دروازے ٹٹولتا پھر رہا تھا۔

"بڑے آئے گرجنے برسنے والے۔" قاسم غرا کر بولا۔"خود مزے کر رہے ہیں۔۔ ہاں.... نہیں تو....!"

"ابے کیا بکتا ہے مردود....؟"

"ٹھہر تو جاؤ بتاتا ہوں۔" قاسم اندھیرے میں ادھر اُدھر ہاتھ چلاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ دفعتاً اسے یاد آگیا کہ اس کی جیب میں سگار لائٹر پڑا ہوا ہے۔ دوسرے ہی لمحے میں سگار لائٹر کی ننھی سی لو اندھیرے میں جگمگانے لگی۔

"ہائیں....!" قاسم بوکھلا گیا۔"لل.... لڑکی.... کدھر گئی؟"

"جہنم میں....!" حمید غرایا۔

"اماں تم ٹھیک سے بات کیوں نہیں کرتے آخر۔" قاسم آستین چڑھاتا ہوا آگے بڑھا۔

"دور رہنا.... نہیں تو اچھا نہ ہوگا۔ تمہاری وجہ سے وہ نکل گئی۔"

"نکل گئی....؟" قاسم نے حیرت سے کہا۔

"تم شاید سو رہے تھے۔" حمید نے کہا پھر اچانک اس کے منہ سے ایک تحیر زدہ سی آواز نکلی۔ وہ دروازے کے قریب پڑی ہوئی ایک عجیب وضع کی چیز کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر وہ اسے دیکھنے کے لئے جھکا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔ سگار لائٹر بجھ گیا۔ اس نے اسے بدقت تمام دوبارہ روشن کیا۔ قاسم نے بھی آگے بڑھ کر اس چیز کا جائزہ لیا اور ہنسنے لگا۔

"اماں بوتل سے ڈرتے ہو.... واہ.... واہ.... مگر ہائیں۔ یہ کیا۔ یہ بوتل ہے یا گھڑی.... الاقسم گھڑی کی طرح ٹک ٹک ٹک کر رہی ہے۔"

"قاسم....!" حمید کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔"دروازہ توڑ دو.... جلدی کرو۔"

"کیوں....؟"

"جلدی کرو.... ادھر آؤ.... اس دروازے میں ٹکر مارو۔"

"کیوں....؟" عجیب آدمی ہو۔"

"جلدی کرو سور.... یہ بوتل یا گھڑی نہیں بلکہ ٹائم بم ہے۔"

"ہائیں بھم.... ارے باپ رے۔" قاسم بدحواسی میں ایک کرسی کے پائے سے الجھ کر منہ

کے بل فرش پر گرا۔

حمید بے تحاشہ ایک دروازے پر ٹکریں مار رہا تھا لیکن اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ کمرے میں پھر اندھیرا چھا گیا۔ سگار لائٹر کی اسپرٹ کب تک چلتی۔

"او قاسم کے بچے۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"یار مذاق نہ کرو۔" قاسم خوفزدہ آواز میں بولا۔ پھر اس نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں جھوٹ بم وم کچھ نہیں بنڈل ہے بنڈل.... واہ حمید بھائی۔"

حمید ٹٹولتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ "آؤ.... اٹھو.... خدا کے لئے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔"

"کیوں.... یار پریشان مت کرو.... لائٹ جلاؤ.... مجھے نیند آرہی ہے۔ قاسم نے بھاڑ سا منہ پھاڑ کر جماہی لی۔

"قاسم.... اگر یہ بم پھٹ گیا تو ہمارے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

"اماں.... مت اُلو بناؤ۔" قاسم پھر ہنسنے لگا۔

حمید اسے چھوڑ کر دوبارہ دروازے پر ٹکریں مارنے لگا تھا۔

❁

جس وقت "سیلرس کلب" میں ہنگامہ ہوا فریدی عمارت سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے قاسم کو کامیاب ہوتے بھی دیکھا تھا اور اب اسے اس کے رد عمل کا انتظار تھا۔ ہنگامہ بڑھتا ہی گیا۔ لوگ عمارت سے نکل کر سڑک پر اکٹھا ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ قرب و جوار کی تاریک اور سنسان گلیوں میں گھستے پھر رہے تھے۔

اچانک اسی بھیڑ میں ایک جیپ کار اسٹارٹ ہوئی اور بھیڑ کی پرواہ کئے بغیر اندھا دھند ایک طرف بھاگنے لگی۔ لوگ چیختے ہوئے ادھر اُدھر ہٹ گئے دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے ایک تاریک گلی میں گھس کر اپنی موٹر سائیکل سنبھالی اور جیپ کار کا تعاقب کرنے لگا۔ پھر اسے چند لمحے پرنسٹن کے موٹر گیراج کے باہر بھی رکنا پڑا۔ کیونکہ جیپ کار ڈرائیور اپنی گاڑی باہر چھوڑ کر گیراج کے اندر چلا گیا تھا۔

پھر اس نے گیراج کے اندر سے ایک موٹر سائیکل نکلتے دیکھی اس پر بیٹھے ہوئے آدمی کو

دیکھ کر وہ چونکا اور پھر اسے جیپ والے کا انتظار فضول معلوم ہونے لگا۔ دوسرے لمحے میں وہ بڑی مونچھوں والے موٹر سائیکل سوار کا تعاقب کر رہا تھا۔

فریدی کی موٹر سائیکل میں بہت ہی نفیس قسم کا سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی آواز زیادہ دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔

تعاقب جاری رہا۔ متعاقب بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل طوفان کی طرح آگے بڑھ رہی تھی۔ فریدی نے اپنی موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ بجھا دی تھی اور آگے والی موٹر سائیکل کی عقبی سرخ روشنی پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اگلی موٹر سائیکل لڑکال جنگل کی طرف جارہی ہے۔

فریدی نے مسکرا کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ اسے پہلے ہی یقین تھا کہ سنگ ہی لڑکال جنگل میں کسی جگہ چھپا ہوا ہے اسی لئے اس نے اس دوران میں اپنا زیادہ تر وقت لڑکال جنگل میں گذارا تھا۔ لیکن اس طرح کہ سنگ ہی کو اس کا علم ہو جائے اور یہی ایک ایسا طریقہ تھا جس کی بناء پر سنگ ہی تک پہنچ بھی ممکن تھی۔ ورنہ اتنے بڑے اور گھنے جنگل سے کسی کو ڈھونڈ نکالنا مشکل ہی تھا اور آج کی اسکیم تو اس کی دانست میں بہت ہی شاندار تھی۔

سیلرس کلب تک اس کی رسائی اسی حادثے کی وجہ سے ہوئی تھی جو لڑکال جنگل سے واپس آتے وقت پیش آیا تھا۔ حملہ آوروں میں سے ایک چینی کا خاتمہ ہو گیا تھا تحقیقات کرنے پر اس چینی کا تعلق سیلرس کلب سے ظاہر ہوا۔ پھر سیلرس کلب میں ایک ایسی لڑکی دریافت ہوئی جس کی شخصیت بڑی پُراسرار تھی۔ بظاہر وہ معمولی صورت شکل کی ایک آوارہ سی لڑکی تھی ایسی ہی جیسی اس قسم کے مقامات پر عموماً پائی جاتی ہیں مگر وہ کڑی نگرانی میں رکھی جاتی تھی۔

فریدی نے دو تین گھنٹے تک اس کے متعلق چھان بین کی لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ پھر اس نے ایک اندھی چال چلی۔ لڑکی کو مرکزی خیال بنا کر ایک پلاٹ مرتب کیا۔ اس نے سوچا تھا کہ اگر وہ لڑکی سنگ ہی سے متعلق ہوئی تو اس طرح سنگ ہی تک رسائی ممکن ہو جائے گی۔

ابھی تک تو اس کے اندازے درست نکلے تھے اور پھر جیسے ہی متعاقب کی موٹر سائیکل نے لڑکال جنگل کا رخ کیا اسے اپنی کامیابی کا سو فیصدی یقین ہو گیا۔

اب دونوں موٹر سائیکلیں جنگل کی وسطی سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔ یہاں فریدی تاروں کی

چھاؤں سے بھی محروم ہو گیا تھا اس لئے اسے اپنی موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ روشن کرنی پڑی۔

کچھ دیر بعد اگلی موٹر سائیکل ایک پگڈنڈی پر مڑ گئی۔ فریدی کافی فاصلے پر تھا۔ اس نے رفتار بڑھائی لیکن دوسرے ہی لمحے میں جنگل پر سکوت طاری ہو گیا۔ اگلی موٹر سائیکل کا انجن بند ہو گیا تھا۔ فریدی نے موٹر سائیکل روکتے روکتے اس پگڈنڈی سے بھی آگے نکل گیا۔

اس نے موٹر سائیکل روک کر ایک طرف کھڑی کر دی۔ اگلی موٹر سائیکل کا انجن بند ہو جانے کے بعد موٹر سائیکل سمیت جنگل میں گھسنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

وہ آہستہ آہستہ پگڈنڈی کی طرف بڑھنے لگا۔

سارا جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی آس پاس کے درختوں پر کوئی بڑا پرندہ اپنے پر پھڑ پھڑاتا اور پھر وہی بوجھل سکوت طاری ہو جاتا۔

فریدی پگڈنڈی پر مڑ ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان سے اس پر کوئی چیز گری ہلکی پھلکی سی چیز.... لیکن اتنی بڑی کہ اس نے فریدی کے گرد احاطہ کر لیا اور پھر وہ اس میں لپٹتا ہوا زمین پر گر گیا۔

"جال....!" اس کے ذہن نے دہرایا اور جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے گرد اس کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

وہ جال میں بُری طرح پھنس گیا تھا اور اب وہ غیر ارادی طور پر جال سمیت آگے کی طرف پھسل بھی رہا تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ خود کو روک سکے لیکن شاید کئی آدمی بیک وقت اس پر اپنا زور صرف کر رہے تھے۔

آخر ایک جگہ اس کے سر میں ٹھوکر لگی شاید یہ کسی درخت کا تنا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنا بایاں ہاتھ اس کے گرد پھنسا دیا۔

داہنے ہاتھ میں ریوالور تیار تھا۔ دوسری طرف سے زور ہوتا رہا۔ لیکن جال اس جگہ سے ایک انچ آگے نہ بڑھ سکا۔

پھر فریدی نے جال کی ڈور کے بالکل سیدھ میں کسی کے قدموں کی آواز سنی۔ شاید کوئی جال کی تنی ہوئی ڈور کے سہارے اس طرف آ رہا تھا۔

فریدی کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور ایک جگر خراش چیخ دور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔

پھر دفعتاً کئی قدموں کی آہٹیں ملنے لگیں۔ فریدی نے پھر فائر کیا۔ اس بار ایک بہت ہی کریہہ آواز گالی کی شکل میں سنائی دی۔ شاید وہ بھی زخمی ہو گیا تھا۔

آہٹیں بند ہو گئیں لیکن کسی آدمی کی ہلکی ہلکی کراہیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ جال کا تناؤ کم ہو گیا تھا۔ شاید اس کی ڈور چھوڑ دی گئی تھی۔ فریدی نے جال کے پھندے توڑنے چاہے لیکن ایک ہاتھ سے یہ ناممکن تھا.... دوسرے ہاتھ سے اس نے درخت کا تنا جکڑ رکھا تھا۔

اچانک اسے اپنے قریب ہی ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے پھر آواز کی سمت فائر کر دیا۔ ایک چیخ پھر گونجی۔

"برساؤ.... گولیاں برساؤ۔" کوئی زور سے چیخا۔ "اِدھر.... اس طرف۔"

قبل اس کے کہ فریدی اس آواز پر بھی فائر کرتا۔ بیک وقت کئی فائر ہوئے اور ایک گولی تو اس درخت کے تنے پر بھی لگی جس سے فریدی جال سمیت چمٹا ہوا تھا۔

خطرہ اب بڑھ گیا تھا۔ فریدی نے سوچا اگر انہوں نے چاروں طرف سے گھیر کر فائر کرنا شروع کیا تو بچاؤ ناممکن ہو جائے گا۔

فائر پھر ہوئے اور اس بار وہ بال بال بچا۔ اس کا خدشہ درست نکلا تھا۔ اس بار اس کی پشت کی طرف سے بھی فائر ہوئے تھے۔

اس نے درخت کا تنا چھوڑ دیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ منہ کے بل زمین پر چلا آیا۔ جال کی ڈور دوبارہ تن گئی تھی اور اسے پھر کھینچا جانے لگا تھا۔

فریدی کے منہ سے ہلکی سی غراہٹ نکلی اور پھر اس نے چاروں طرف سے ہونے والے فائروں کی پرواہ کئے بغیر جال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

اس کے بعد اسے وہاں سے نکل بھاگنے کی تدبیر کرنی چاہئے تھی مگر اس پر تو اب خون سوار ہو گیا تھا۔ اس نے ایک درخت کے تنے کی آڑ لے کر اندھا دھند چاروں طرف گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ پھر وہ ریوالور کے خالی چیمبر بھرنے کے لئے رکا ہی تھا کہ اس پر بیک وقت کئی آدمی ٹوٹ پڑے۔

"مل گیا.... مل گیا۔" ان میں سے ایک چیخا۔

❁

حمید حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا لیکن قاسم کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی۔ نوکر شاگرد پیشے میں تھے لہٰذا ان تک اس کی آواز پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لڑکی کو لانے کے بعد خود اسی نے نوکروں کو چھٹی دے دی تھی۔

وہ پھر جھلا کر قاسم کی طرف پلٹا۔

"اچھا.... مرو سالے.... جہنم میں جاؤ۔"

"اے.... گالی والی مت دینا۔" قاسم غرایا۔

"ابے خدا کی قسم وہ ٹائم بم ہے۔"

"میرے ٹھینگے پر...." قاسم لاپروائی سے بولا۔

"تمہارے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

"پرواہ نہ کرو....!" قاسم ہنس کر بولا۔ "میں تمہیں خوب سمجھتا ہوں.... اس میں بھی کوئی چال ہے۔ بتاؤ وہ لونڈیا کہاں ہے؟"

"لونڈیا کے بچے۔"

"خاموش....!" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "زبان سے گدی کھینچ لوں گا۔ تم خود لونڈیاں کے بچے.... بلکہ چھوکری کے پلے۔"

حمید پھر پلٹ کر دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے لگا۔ اچانک دوسرے کمرے میں لالٹین کی روشنی دکھائی دی۔

"کون ہے.... دروازہ کھولو....!"

"کون ہے....؟" اس نے جواب میں ایک نوکر کی آواز سنی۔

"جلدی کرو.... کھولو....!" حمید چیخا۔

دوسرے لمحے میں دروازہ کھل گیا اور حمید کسی پاگل کتے کی طرح کمرے سے نکل کر چیختا ہوا بھاگا۔ "نکل آؤ.... باہر نکل آؤ.... خطرہ ہے۔"

اب قاسم کی کھوپڑی کی برف بھی کچھ پگھلی وہ سوچنے لگا اگر یہ مذاق ہوتا تو حمید نوکروں کے سامنے اس قسم کی حرکت نہ کرتا۔

نوکر حمید کے پیچھے ہی دوڑتے چلے گئے تھے اور اب پھر اندھیرا چھا گیا تھا۔

کمرے کے سناٹے میں قاسم کو ٹائم بم کی "ٹک ٹک" صاف سنائی دے رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ محض واہمہ ہی رہا ہو کیونکہ بم اس سے پانچ یا چھ گز کے فاصلے پر تھا۔

"ارے.... بباپ رے۔" قاسم اچانک اچھل کر بھاگا سب سے پہلے دیوار سے ٹکرایا۔ پھر دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے میں اوندھے منہ فرش پر جا گرا۔

"حمید بھائی۔" وہ اپنی پوری قوت سے چیخا اور پھر اٹھ کر ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ کئی منٹ تک وہ مختلف کمروں میں چکراتا پھرا لیکن اسے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔ ایک تو بد حواسی ہی اس پر بُری طرح مسلط تھی.... اور پھر اندھیرا.......

پھر نہ جانے کیوں اسے چپ سی لگ گئی وہ اب حمید کو آوازیں بھی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی حالت ایک اندھے گونگے اور بہرے آدمی کی حالت سے مشابہ تھی۔ ذہن میں صرف ایک خیال تھا کہ کسی طرح وہ جلد سے جلد باہر نکل جائے اور وہ باہر کیوں جانا چاہتا تھا؟ اس کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ باہر کیوں نکلنا چاہتا ہے۔

دفعتاً ایک اتنا زبردست دھماکہ ہوا کہ قاسم کی آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان کے چمکدار چیتھڑے اڑنے لگے وہ لہرا کر دھم سے فرش پر گرا۔

حمید اور سارے نوکر باہر لان پر اوندھے پڑے تھے۔

آخر تھوڑی دیر بعد ان کے حواس درست ہوئے۔ قرب و جوار کی کوٹھیوں سے لوگ نکل کر فریدی کی کوٹھی کی طرف آ رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی۔

❁

فریدی کسی وحشی درندے کی طرح ان لوگوں سے لڑ رہا تھا۔ پہلے دو ہی تین تھے مگر اب ان کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی۔

ایک بار پھر وہ جھکائی دے کر ان کے نرغے سے نکل گیا۔ ابھی اس کے دوسرے ہولسٹر میں ایک بھرا ہوا ریوالور باقی تھا۔ ایک تو اس نے اس جدوجہد کے دوران ہی میں کھو دیا تھا۔ ان سے الگ ہوتے ہی اس نے پے در پے دو فائر کئے اور پھر وہ اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔

حملہ آور ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔

"آگے بڑھو.....!" کسی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہماری جانیں فالتو نہیں ہیں۔" کسی دوسرے نے کہا۔ "تم خود کیوں نہیں بڑھتے؟"

"اچھا.....!" غرائی ہوئی آواز کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔ ایک چیخ ابھری اور شاید احتجاج کرنے والا ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو گیا۔

کوئی کچھ نہ بولا اور نہ کسی نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔

"کیا تمہاری شامت آگئی۔" غرائی ہوئی آواز پھر سناٹے میں گونجی۔

"کیا کریں جناب اندھیرا۔" کسی نے دبی سی آواز میں کہا۔

"اندھیرے کے بچے! اگر وہ بچ کر نکل گیا تو پھر ہم شہر میں قدم بھی نہ رکھ سکیں گے۔ تم سب نے مل کر اس وقت کا کھیل بگاڑا ہے۔"

مخالف سمت سے پے در پے تین فائر ہوئے اور ادھر دو چیخیں بلند ہوئیں۔

شاید سچ مچ فریدی کا دماغ پھر گیا تھا۔ خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود بھی وہ بار بار پلٹ پڑتا تھا۔ دو فائر پھر ہوئے لیکن حملہ آوروں کی طرف سے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ وہ سب بے تحاشہ زمین پر لیٹ گئے تھے۔

پھر قریب ہی کے ایک درخت پر سے ان پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور ساتھ ہی دو فائر پھر ہوئے۔ دو چیخیں.... اور پھر فریدی درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا دیر تک ان کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنتا رہا۔

مل گئی

دوسری صبح حمید کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ کوٹھی کے دو کمرے ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے تھے۔ قاسم ہسپتال میں تھا۔ اسے چوٹ تو نہیں آئی تھی لیکن دھماکے نے اس کے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا تھا۔ رات ہی کو اس کے محکمے کے چند ذمہ دار آفیسر پہنچ گئے تھے اور انہوں نے اپنے سوالات سے ناک میں دم کر دیا تھا۔ لیکن حمید نے انہیں اصل واقع کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔ اس نے ان سے یہی کہا کہ وہ اس دھماکے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ قاسم کے بارے میں بتایا کہ وہ کوٹھی میں تنہا تھا اور قاسم کو تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنی زبان بند ہی رکھے۔

اس حال کو پہنچ جانے کے بعد قاسم میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ وہ حمید سے بحث کرتا۔ اس نے چپ چاپ اس کے کہنے پر عمل کیا۔ ڈی ایس پی سٹی نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کی لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ معلوم کر سکا کہ قاسم سو رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھ کھلی اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ پھر اس کے بعد کے واقعات اس کی یادداشت سے محو ہو گئے۔ بیان حمید کا تھا اور زبان قاسم کی۔

یہ سب کچھ ہوا مگر فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حمید کو سب سے زیادہ تشویش اسی کے متعلق تھی اسے یقین تھا کہ اسے بھی کوئی نہ کوئی حادثہ ضرور پیش آیا ہوگا کیونکہ مجرم اس کی اسکیم سے واقف ہو گئے تھے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لڑکی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے فریدی کی کوٹھی تک کس طرح پہنچتے۔ حمید کو یقین تھا کہ پچھلی رات کسی نے بھی اس کی کار کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ پھر ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ مجرم پوری اسکیم سے قبل از وقت ہی واقف ہو گئے تھے۔

فریدی کے لئے وہ بہت زیادہ پریشان تھا۔ مگر وہ اسے ڈھونڈتا بھی کہاں اس نے اپنی پوری اسکیم سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس کا کام بس اس لڑکی کے اغواء کے بعد ہی سے ختم ہو گیا تھا اور اسے اس وقت تک لڑکی کو کوٹھی ہی میں روکے رکھنا تھا جب تک کہ فریدی واپس نہ آ جاتا۔ اس کے بعد کا کیا پروگرام تھا۔ یہ فریدی کو معلوم تھا یا خدا کو!

حمید دن بھر اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا۔ لیکن فریدی کہیں نہ ملا۔ ایک بار اس نے "سیلرس کلب" پر بھی چھاپا مارا۔ سیلرس کلب کا مالک پُراسرار طور پر کہیں غائب ہو گیا تھا.... ملازمین موجود تھے لیکن وہ اس کے متعلق کوئی ایسی بات نہ بتا سکے جس سے اس کی روپوشی کی وجہ ظاہر ہو سکتی۔ پھر حمید نے اس لڑکی کے متعلق استفسار کیا۔ لیکن جواب میں وہی سب کچھ معلوم ہو سکا جس کا علم حمید کو پہلے ہی تھا۔ لیکن ملازمین لڑکی کی شخصیت پر روشنی نہ ڈال سکے اور وہ ان دونوں آدمیوں سے بھی واقف نہیں تھے جو لڑکی کی نگرانی کرتے تھے۔ لڑکی ہی کی طرح وہ دونوں بھی ان کے لئے پُراسرار تھے۔

حمید کے ساتھ انسپکٹر جگدیش اور چند کانسٹیبل تھے۔ انہوں نے پوری عمارت کی تلاشی لی۔ حمید نے اس کمرے کو خاص طور سے دیکھا جس میں لڑکی اور اس کے دونوں نگران مقیم تھے۔ ایک

ایک چیز الٹ پلٹ ڈالی لیکن کوئی ایسا سراغ نہ ملا جس سے مجرموں کی شخصیت پر روشنی پڑتی۔

آخر تھک ہار کر وہ ہسپتال کی طرف واپس آگیا۔ قاسم ابھی ہسپتال ہی میں تھا۔

حمید کو دیکھ کر اس نے بُرا سامنہ بنایا۔

"کب تک یہاں پڑا رہوں گا۔" اس نے کراہ کر کہا۔

"کیا تم یہاں سے چلنا چاہتے ہو؟"

"اور نہیں تو کیا یہاں زندگی بسر کرنے آیا ہوں۔ سالیاں مجھے دیکھ دیکھ کر ہنستی ہیں۔"

"کون....؟"

"یہی نرسیں! سالیاں....!"

"تب تو پھر تمہارے مزے ہی مزے ہیں۔" حمید کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ شاید وہ آج صبح سے اس وقت تک پہلی بار مسکرایا تھا۔

"میاں بس ختم کرو.... خدا غارت کرے ان عورتوں کو.... ان کی بدولت!"

"اچھا تم ٹھہرو.... میں تمہیں لے چلنے کا انتظام کرتا ہوں۔" حمید نے کہا اور ڈاکٹر کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہسپتال سے گھر کے لئے روانہ ہوگئے۔ قاسم اچھا خاصا تھا اور اب دھماکے کے اثرات اس کے اعصاب پر سے زائل ہوگئے لیکن وہ خائف اب بھی تھا۔

راستے میں زیادہ تر خاموشی رہی۔ صرف ایک بار قاسم نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا تھا۔

"حمید بھائی! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"کیوں.... کس لئے؟"

"میں تمہاری باتوں میں آکر بھی مصیبت میں پڑتا ہوں اور نہ آؤں تب بھی میرے لئے کوئی نہ کوئی وبال کھڑا ہو جاتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تمہارا کہنا ماننے پر مجھے گھر چھوڑنا پڑا۔ اور جب پچھلی رات میں نے طے کر لیا تھا کہ تمہاری کسی بات میں کبھی نہ آؤں گا تو مجھے چوہوں کی سی موت نصیب ہوتے ہوتے رہ گئی۔"

حمید بے اختیار مسکرا پڑا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ اس کا ذہن فریدی میں الجھا ہوا تھا۔

کیڈی شہر کی ایک پُر رونق شاہراہ سے گزر رہی تھی۔

اچانک حمید چونک پڑا۔ اتفاقاً اس کی نظر ملبوسات کی ایک دوکان کی طرف اٹھ گئی تھی اور اسے وہاں جو کچھ بھی نظر آیا وہ اسے چونکا دینے کے لئے کافی تھا۔

اس نے کیڈی فٹ پاتھ سے لگا کر روک دی۔

''کہاں چلے....؟'' قاسم بولا۔

''وہی لڑکی....رات والی....!''

قاسم نے اسے دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔

''یہ کیا حرکت....؟'' حمید جھلا کر پلٹا۔

''جانے دو حمید بھائی! خدا کے لئے جانے دو۔'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اب میں اپنے قریب کوئی لڑکی نہیں دیکھنا چاہتا۔''

''الگ ہٹو....!'' حمید اسے دھکا دے کر باہر نکل گیا۔

قاسم نڈھال ہو کر سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ حمید اس کی طرف دھیان دیئے بغیر ملبوسات کی دوکان میں گھس گیا۔

لڑکی سیلز گرل کی طرف متوجہ تھی اور اس کے پیروں کے قریب چمڑے کا ایک سفری بیگ رکھا ہوا تھا۔ حمید اس کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں کے درمیان فاصلہ اتنا کم رہ گیا تھا کہ سیلز گرل چونکے بغیر نہ رہ سکی اور وہ لڑکی اس سے گفتگو کرنے میں اتنی محو تھی کہ اسے حمید کی موجودگی کی خبر نہ ہو سکی۔ لیکن پھر سیلز گرل کے کے چہرے پر استعجاب کے آثار دیکھ کر مڑی۔

''اوہ....!'' اس کے منہ سے بیساختہ نکلا۔

حمید نہ تو اپنی جگہ سے ہٹا اور نہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی ہوئی اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور وہ براہِ راست لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''آپ کیا چاہتے ہیں؟'' اس نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

حمید نے جواب میں جیب سے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ چند لمحے اسے آنکھیں پھاڑے دیکھتی رہی پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔ ''میں نہیں سمجھتی کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟''

"میری کار باہر موجود ہے۔" حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ.... اچھا....!" اس نے کہا اور پھر سیلز گرل کی طرف دیکھ کر ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ مجھے ذرا ایک کام یاد آگیا ہے میں جلد ہی واپس آجاؤں گی۔"

اس نے بیگ اٹھایا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔

حمید اس کے آگے چل رہا تھا۔

حمید نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر بیٹھ گئے۔ قاسم منہ پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"چلو.... ڈرائیو کرو....!" حمید نے قاسم سے کہا۔

"پھر لے چلو گے انہیں؟" قاسم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہاں ... اور اس بار میں شرافت سے پیش نہیں آؤں گا۔" حمید نے کہا۔

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اب اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار نہیں تھے۔ حمید نے پھر اس کے انداز میں پچھلی رات کی سی بے فکری اور لاپروائی محسوس کی۔

"وہ لوگ کہاں گئے؟" حمید نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"لیکن اس وقت تمہارے محافظ کہاں ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ میرا خیال ہے کہ اب میں اس شہر کی سڑکوں پر پاگلوں کی طرح چیختی پھروں گی۔"

حمید اسے گھورنے لگا۔

لڑکی پھر بولی۔ "ایسے بدمعاشوں سے آج تک میرا سابقہ نہیں پڑا تھا۔"

"کیسے بدمعاش؟"

"تم جیسے....!" لڑکی بولی۔ "اتنے دیدہ دلیر کہ علانیہ خود کو محکمہ سراغ رسانی کا کوئی آفیسر ظاہر کریں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں براہِ راست کوتوالی پہنچایا جائے۔" حمید بھنا کر بولا۔

لڑکی تھوڑی دیر خاموش رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "اگر تم لوگ اس کا مقصد بتا دو تو میں پاگل

ہونے سے بچ جاؤں۔"

"میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم یک بیک آزاد کیسے ہو گئیں؟"

"میں خود بھی نہیں جانتی.... آج صبح جب میں باہر نکلی تو میرے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔ بس اس کے علاوہ مجھے اور کسی بات کا علم نہیں۔"

"سیلرس کلب کا مالک اس وقت موجود تھا؟"

"نہیں! میں نے معمولی ملازمین کے علاوہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔"

"وہ لوگ کون تھے جو تمہیں پچھلی رات ہمارے پاس سے لے گئے تھے؟"

"میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتی۔"

"پہلے کبھی نہیں دیکھا....؟"

"نہیں....!"

حمید چند لمحے خاموشی سے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم پچھلی رات کسی بڑے مونچھوں والے کا تذکرہ کر رہی تھیں۔ کیا وہ کوئی چینی ہے؟"

"نہیں! وہ چینی تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔" لڑکی بولی۔ "چینیوں کے چہرے کی ساخت ہی الگ ہوتی ہے۔"

"کیا ان میں کبھی تمہیں کوئی چینی بھی نظر آیا ہے؟"

"کبھی نہیں.... مجھے یقین ہے کہ.... میں نے کسی چینی کو ان میں نہیں دیکھا۔"

"سیلرس کلب میں....؟"

"وہ تو دوسری بات ہے.... وہاں سینکڑوں گاہک آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان میں ہر نسل اور قوم کے آدمی ہوتے ہیں۔"

"اچھا.... یہ تو بتاؤ.... کیا یہ ضروری ہے کہ میں تمہارے بیانات پر یقین ہی کر لوں۔"

"قطعی نہیں.... مجھے یقین ہے کہ آپ یقین نہ کریں گے۔"

"جانتی ہو.... پچھلی رات تمہارے ساتھی ہمارے یہاں ایک ٹائم بم چھوڑ گئے تھے جو بعد کو پھٹ گیا۔"

"ارے....!" لڑکی اچھل پڑی۔ پھر اس نے خوفزدہ سی آواز میں پوچھا۔ "کوئی مرا تو نہیں۔"

"نہیں.... لیکن دو کمرے ڈھیر ہو گئے ہیں۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد حمید نے قاسم سے کہا۔ "گھر کی طرف چلو۔"

"ہائیں.... کوتوالی تو چل رہے تھے۔" قاسم نے کہا۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر گلوگیر آواز میں بولا۔ "حمید بھائی کوتوالی ہی چلو۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں کرو.... ورنہ پھر کسی مصیبت میں پڑو گے۔"

"اچھا بھائی....!" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

کیڈی چلتی رہی۔

کچھ دیر بعد حمید پھر اس لڑکی سے مخاطب ہوا۔ "مگر گلو خلاصی کا موقع ہاتھ آنے کے بعد بھی تم اسی شہر میں کیوں موجود رہیں کیا تمہیں دوبارہ پکڑ لئے جانے کا خوف نہیں ہے؟"

"اگر آپ میرے چند سوالات کا تشفی بخش جواب دے دیں تو میں ہر قسم کی گفتگو کے لئے تیار ہوں۔"

حمید اسے تیز نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے لڑکی ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہو۔

"قبل اس کے کہ تم کوئی بات بناؤ۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پولیس کی نظروں میں تمہاری پوزیشن صاف نہیں ہے۔"

"کچھ بھی ہو لیکن میں ان سوالات کا جواب ہر حال میں چاہوں گی۔ رہی پولیس کی بات.... تو مجھے آج تک دنیا کی کسی چیز سے خوف نہیں محسوس ہوا۔" لڑکی بولی۔

"ہوں....!" حمید اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے اس طرح اغوا کرنے کا کیا مطلب تھا؟"

"تمہارے ذریعہ ہم چند خطرناک مجرموں تک پہنچنا چاہتے تھے۔"

"کیا پولیس بھی اس قسم کے طریقے اختیار کر سکتی ہے؟"

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔"

"مگر میں سمجھنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ ان مجرموں کو براہِ راست نہیں پکڑ سکتے تھے؟"

"تمہیں ان معاملات سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔"

"ہونا چاہئے۔" لڑکی سخت لہجے میں بولی۔ "کیونکہ میرا وجود بھی ان گورکھ دھندوں میں الجھا ہوا ہے۔"

"کن گورکھ دھندوں میں....؟"

"دیکھئے! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ اصل حالات کی مجھے خبر نہیں!"

"لیکن تم سمجھنا ہی کیوں چاہتی ہو۔ جب کہ تمہیں ابھی تک ان کی ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچا اور پھر اب تم آزاد بھی ہو۔"

"آزاد....!" لڑکی نے تلخ لہجے میں کہا اور سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیوں.... کیا تمہیں اس میں بھی شبہ ہے؟"

"ہاں! وجوہات ہیں.... یہ بیگ۔" اس نے اپنے سفری بیگ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ کل رات تک میرے پاس نہیں تھا۔ آج صبح جب میں سو کر اٹھی تو یہ مجھے اپنے سرہانے ملا۔ اس میں ایک کثیر رقم موجود ہے اور میرے نام ایک تحریر بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اب میں آزاد ہوں اور جہاں چاہوں جا سکتی ہوں۔ خیر یہ سب تو کچھ بھی نہیں۔ ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز میرا اپنا پاسپورٹ ہے جو نیویارک کے لئے حاصل کیا گیا ہے لیکن میرے فرشتوں کو بھی اس کے مقصد کا علم نہیں۔ میں نے کبھی خواب میں بھی نیویارک جانے کی خواہش نہیں کی۔ پھر نہ صرف پاسپورٹ بلکہ ویزا بھی موجود ہے۔ کرنسی میں کچھ رقم امریکن سکوں کی شکل میں بھی ہے.... ذرا مجھے ان سب کا مقصد سمجھائیے۔"

لڑکی نے بیگ کھول کر حمید کے سامنے رکھ دیا۔

کیڈی کوٹھی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ حمید کو پھاٹک پر ایک آدمی دکھائی دیا جس کا چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا صرف آنکھیں ناک اور دہانہ نظر آ رہا تھا۔ حمید کے چہرے پر چھائی ہوئی مردنی یکلخت غائب ہو گئی۔ کیونکہ وہ آدمی فریدی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

قاتلہ کے روپ میں

تھوڑی دیر بعد وہ سب برآمدے میں بیٹھے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

حمید اپنی داستان سنا چکا تھا اور اب اسے توقع تھی کہ فریدی بھی کچھ کہے گا لیکن وہ خاموش ہی

رہا۔ اس کی نظر لڑکی کے چہرے پر تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم یہاں آنے سے قبل کہاں تھیں؟"

قبل اس کے کہ لڑکی کوئی جواب دیتی حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اس نے فریدی کی آواز سنی تھی۔

"کیا بات ہے؟" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"کچھ نہیں۔" حمید فوراً سنبھل گیا۔ "ذرا مجھے ایک صاحب کو فون کرنا ہے۔"

پھر وہ ان تینوں کو برآمدے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے چہرے پر اندرونی ہیجان کے آثار تھے۔ اس نے میز کی دراز کھول کر اپنا ریوالور نکالا اور اسے جیب میں ڈال کر پھر واپس جانے کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

حمید نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا حمید ہو؟"

حمید کے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور اس کا پورا جسم کانپ کر رہ گیا۔ کیونکہ یہ سو فیصدی فریدی کی آواز تھی۔

"ہیلو کون ہے؟" دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

"میں حمید ہوں۔"

"اوہ.... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" حمید نے ہلکے سے قہقہے کی آواز سنی۔

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"اس کی فکر نہ کرو.... تم لوگوں پر جو کچھ گذری.... مجھے معلوم ہے۔"

"مگر برآمدے میں ایک دوسرا فریدی موجود ہے لیکن بیچارے کو اپنی آواز پر قابو نہیں۔ لہٰذا میں اس کی آواز صاف کرنے جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو.... میں نے تمہیں اسی لئے فون کیا تھا کہ کہیں تم کوئی گڑبڑ نہ کرو۔ وہ انور ہے۔"

"اچھا....!" حمید ایک لمبی سانس لے کر رہ گیا۔ پھر اس نے مختصر الفاظ میں لڑکی کے متعلق اسے سب کچھ بتا دیا۔

"اچھا دیکھو.... اس لڑکی کو اپنے ساتھ ہی رکھو۔ یہ کم بخت جو چال میرے ساتھ چل چکے

ہیں وہی اب ان کے منہ پر ماروں گا۔ فکر نہ کرو۔ انور کے پاس پورا پروگرام ہے۔ تمہارے اور قاسم کے پاسپورٹ بھی اسی کے پاس ہیں۔ اگر قاسم نے اپنا خیال بدل دیا تو اسے مجبور کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ انور سے الجھنے کی کوشش مت کرنا.....“

”گویا مجھے اس کے احکام کی تعمیل کرنی پڑے گی۔“ حمید بگڑ کر بولا۔

”نہیں پیارے.... وقتی ضرورت.... اچھا بس۔ فکر مت کرو۔ میں لڑکی کے مسئلے پر غور کرنے کے بعد پھر فون کروں گا۔ اُسے فی الحال روکے رہو۔“

”اچھا جناب....!“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”حالانکہ اب قاسم جیسے دیو کا یہ عالم ہے کہ لڑکیوں کی شکل ہی دیکھ کر پسینہ چھوڑ دیتا ہے۔“

فریدی نے ایک ہلکے سے قہقہے کے ساتھ سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید بڑے اطمینان سے ٹہلتا ہوا برآمدے میں واپس آگیا۔ یہاں لڑکی فریدی کے ہم شکل سے الجھی ہوئی تھی۔

”تم رمبا ناچنا جانتی ہو....؟“ حمید نے لڑکی سے پوچھا۔

وہ بڑی سرگرمی سے انور سے بحث کر رہی تھی۔ اس بے تکے سوال پر جھلا گئی۔

”میں اب صرف موت کا ناچ ناچوں گی۔“

”بہت اچھا....!“ حمید مسکرا کر قاسم کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ”اس ناچ کے لئے اس سے بہتر ہم رقص تمہیں کہیں نہ ملے گا۔“

اس نے ایک بار قاسم پر قہر آلود نظر ڈالی اور پھر انور سے مخاطب ہو گئی۔ ”ہاں.... میری بات کا جواب دیجئے۔“

”تمہاری بات کا جواب یہ ہے کہ ابھی ہم لوگ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔“ انور بولا۔

”مجھے جھونکئے جہنم میں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آخر وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“

”نہ میں تمہیں جہنم میں جھونک سکتا ہوں۔“ حمید بولا۔ ”اور.... نہ....!“

انور نے حمید کو گھور کر دیکھا اور حمید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ انور ہر معاملے میں فریدی کی نقل اتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

قاسم خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب اس کو ذبح کرنے کا

پروگرام بنا رہے ہوں۔

لڑکی بُری طرح بپھر گئی تھی۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "مجھے جانے دو۔"

"یہاں سے جانے کی صورت میں تم حوالات میں ہو گی۔" حمید بولا۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں.... وہاں کم از کم میرے لئے الجھنیں تو نہ ہوں گی۔"

"الجھنیں تو نہ ہوں گی لیکن وہاں مجھ جیسے شریف آدمیوں سے ملاقات ناممکن ہے۔" حمید نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں تم پر حیرت انگیز انکشاف کروں گا۔"

لڑکی کے چہرے پر جھلاہٹ کے ساتھ ہی ندامت کے آثار بھی ابھر آئے۔

پھر وہ ہنسنے لگی لیکن اس ہنسی میں رو دینے کا سا انداز شامل تھا۔

"چلو چلو! بہت سی باتیں ہیں۔" حمید اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ قاسم بڑی بے چینی سے پہلو بدلنے لگا تھا۔، دو تین بار کھنکارا بھی لیکن جب حمید کے ہاتھ پکڑنے پر وہ کھڑی ہی ہو گئی تو اس نے بڑی بے بسی سے انور کی طرف دیکھ کر سر جھکا لیا وہ اسے فریدی ہی سمجھ رہی تھی اور اسے توقع تھی کہ وہ حمید کو اس حرکت سے باز رکھے گا۔

اور پھر جیسے ہی حمید لڑکی کو اندر لے جانے کے لئے مڑا قاسم پر کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا۔ لڑکی بادل نخواستہ حمید کے ساتھ چل رہی تھی۔

آخر وہ ایک جگہ رک گئی۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ....؟"

"چلی آؤ.... میں تمہیں اس ٹائم بم کی تباہ کاریاں دکھاؤں گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہو گا۔ وہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔ انہوں نے مجھے حاصل کرنے کے سلسلے میں دو تین خون کئے تھے۔"

وہ پھر حمید کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ حمید نے اسے وہ دونوں کمرے دکھائے جو اب اینٹوں اور پلاسٹر کا ڈھیر تھا۔

لڑکی تھوڑی دیر خاموش رہی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "ان صاحب کے چہرے پر پٹیاں کیسی بندھی ہوئی ہیں؟"

"چوٹیں ہیں....!"

"کیا.... وہ یہاں تنہا تھے۔" لڑکی نے خوفزدہ انداز میں ملبے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں.... بہر حال یہ سب کچھ تمہارے ہی سلسلے میں ہوا ہے۔"

"آخر آپ لوگوں کو مجھ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟"

جواب میں حمید نے ایک طویل سانس لی اور پھر کچھ دیر ٹھہر کر بولا۔ "آؤ واپس چلیں۔"

اب حمید اسے اپنے کمرے میں لایا۔ قاسم اور انور شاید اب بھی برآمدے ہی میں تھے۔

"تم پہلے کس قسم کے لوگوں میں تھیں۔" حمید نے اس سے پوچھا۔

"میں نے پچھلی رات آپ کو جو کچھ بھی بتایا تھا اس میں رتی برابر بھی جھوٹ نہیں۔ کچھ بھی ہو وہ لوگ اتنے خطرناک نہیں تھے وہ جوئے کے اڈے چلاتے تھے اور میرا کام یہ تھا کہ میں شہر کے دولت مند لوگوں کو ان اڈوں تک پہنچاتی تھی۔ لیکن آخر یہ لوگ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے تھے؟ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔"

"تم پھر بہکنے لگیں.... اچھا ہٹاؤ.... چھوڑ دان باتوں کو۔"

"میں بہکنے لگی ہوں؟" لڑکی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا اور پھر اس پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو....!"

"کون ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ حمید نے آواز پہچان لی۔ دوسری طرف سے بولنے والا فریدی ہی تھا۔

"حمید....!"

"اچھا.... ہاں دیکھو تم نے لڑکی کے پاسپورٹ کے متعلق یہی کہا تھا کہ وہ نیویارک کیلئے ہے۔"

"جی ہاں.... اور ویزا بھی ہے۔"

"پاسپورٹ صرف امریکہ کے لئے یا بین الاقوامی ہے؟"

"صرف امریکہ کے لئے.... اور ویزا صرف نیویارک کے لئے ہے۔"

"خوب.... یہ بڑی دلچسپ بات ہے اور ہاں کل تم لوگ بھی نیویارک کیلئے روانہ ہو جاؤ گے۔"

"پیدل....؟" حمید جھلا گیا۔

"بکواس مت کرو۔ انور کے پاس تم لوگوں کے بین الاقوامی پاسپورٹ موجود ہیں لیکن لڑکی

تمہارے ساتھ ہوگی۔"

"کیا....؟" حمید اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو..... سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔ لیکن اگر وہ چلنے پر رضامند نہ ہوئی تو...." حمید نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا۔

"کیا وہ اس وقت تمہارے قریب ہی موجود ہے؟"

"جی ہاں....!"

"اچھا.... اگر وہ تیار نہ ہو تو اس سے اتنا ضرور کہہ دینا کہ راجن کو ختم کرنے کے لئے نیلی سنکھیا استعمال کی گئی تھی۔"

"ذرا وضاحت کیجئے.... میں نہیں سمجھا۔" حمید نے کہا۔

لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ حمید ریسیور رکھ کر لڑکی کی طرف مڑا۔ جو اب ایک آرام کرسی میں پڑی ہوئی حمید کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں.... آپ مجھ سے کہنا کیا چاہتے تھے؟"

"صرف اتنی سی بات کہ ایک بار دھوکا کھا جانے کے باوجود بھی تم پر اعتماد کر لینے کو دل چاہتا ہے۔"

"میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔ مجھے مطلق علم نہیں کہ میرے جانے کے بعد کیا ہوا۔"

"اور نہ یہی جانتی ہو کہ اب کیا ہوگا۔"

"میں قطعی نہیں جانتی اور آپ کو آگاہ کر دینا چاہتی ہوں کہ اگر اب کچھ ہوا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہوگی۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"جن حالات میں میری گلو خلاصی ہوئی ہے کیا وہ قابل اطمینان ہیں؟"

"ہرگز نہیں....!"

"پھر ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ان لوگوں کی کوئی چال ہو۔"

"تمہیں اس کا اعتراف ہے؟"

لڑکی چند لمحے خاموش رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "ہاں مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میری

سمجھ میں یہی آتا ہے.... آخر آپ مجھے الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھانسنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ آہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گفتگو کبھی ختم نہ ہو۔"

حمید نے بڑی لمبی سانس کھینچی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی دوسرا جملہ کہتا انور اور قاسم بھی وہاں آگئے۔

"اچھا باقی آئندہ۔" حمید سر ہلا کر بولا اور انور اسے گھورنے لگا۔

"ذرا میری ایک بات سنئے گا۔" حمید نے انور سے کہا اور قاسم سے یہ کہتا ہوا کہ وہ وہیں ٹھہرے کمرے سے باہر نکل گیا۔ انور اس کے پیچھے تھا۔ حمید اسے دوسرے کمرے میں لایا۔

"شاید آپ کا گلا بھی گھونٹا گیا تھا پچھلی رات کو....!"

"کیوں....؟" انور نے کہا۔

"آواز کچھ اسی طرح بھیک مانگ رہی ہے۔"

"کیا بکواس ہے....؟" انور جھلا گیا۔

"سنو بیٹا! میں حمید ہوں۔ تمہیں فریدی بننا مبارک.... لیکن اگر میری شان میں ذرہ برابر بھی گستاخی سرزد ہوئی تو تمہاری ناک اکھاڑ لوں گا۔"

بات بڑھ جاتی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی آڑے آئی۔ وہ دونوں کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آئے جہاں لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ حمید نے بڑھ کر ریسیور اٹھایا لیکن پھر اس نے اسے انور کی طرف بڑھا دیا۔ شدید کال اسی کے لئے تھی۔

انور گفتگو کے دوران میں زیادہ تر "ہوں.... ہاں" کرتا رہا۔

وہ شام بڑی خوشگوار گذری۔ کئی بار حمید اور انور میں جھڑپیں بھی ہوئیں لیکن بات زیادہ نہیں بڑھنے پائی۔ قاسم پر البتہ قبرستان کا سناٹا طاری تھا۔

رات کو سارے خطرناک کتے کمپاؤنڈ میں آزاد چھوڑ دیئے گئے۔

حمید چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے آٹھ ہی بجے سے خراٹے لینے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد پھر قاسم بھی سو گیا۔ انور جاگتا رہا۔ وہ بار بار کوٹھی کے مختلف حصوں کے چکر کاٹتا اور پھر ڈرائنگ روم میں آبیٹھتا۔

لڑکی ایک کمرے میں تنہا سوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ انور کے جاگتے رہنے کا مقصد لڑکی کی نگرانی رہا ہو۔ کیونکہ وہ ہر چکر میں اس کے کمرے کے سامنے ضرور رکتا تھا۔ بیرونی برآمدے میں جانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ کیونکہ باہر انتہائی خطرناک قسم کے کتوں کا راج تھا۔

کرسی کی پشت سے ٹک کر انور نے سگریٹ سلگائی اور ابھی دو ہی تین کش لئے تھے کہ اسے قریبی راہداری میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

سگریٹ کو ایش ٹرے میں رگڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

اس وقت کوٹھی کے کسی حصے میں بھی اندھیرا نہیں تھا حتیٰ کہ حمید اور قاسم نے بھی سوتے وقت اپنے کمروں کے بلب نہیں بجھائے تھے۔

انور کو راہداری میں وہ لڑکی نظر آئی وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی لیکن.... اس کی آنکھیں بند تھیں۔ شانے نیچے کی طرف ڈھلکے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر عجیب قسم کی مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جس کے لئے تشبیہہ کی تلاش بے سود! زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت ایک ایسی معصوم بچی معلوم ہو رہی تھی جو سوتے میں مسکرا پڑی ہو۔ مگر یہ تشبیہہ بھی ادھوری تھی۔ کیونکہ بچیوں کی مسکراہٹ میں جنسیت کا لگاؤ نہیں ہوتا۔

وہ انور کے قریب سے نکل گئی۔ راہداری روشن تھی ممکن ہے انور سے اس کا فاصلہ ایک فٹ سے بھی کم رہا ہو۔ لیکن لڑکی کی حالت میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی۔

پھر اچانک انور کی نظر اس خنجر پر پڑی جو لڑکی کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ لیکن پھر رک گیا۔ کیونکہ لڑکی بھی حمید کے کمرے کے دروازے پر رک گئی تھی۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور کمرے میں چلی گئی انور بھی بجلی کی سی تیزی سے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا۔

حمید چت پڑا سو رہا تھا۔ لڑکی ٹھیک اس کے پلنگ کے پاس رک گئی۔ پھر اس کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا لیکن وہ دوسرے ہی لمحے میں انور کی گرفت میں تھا۔

لڑکی کراہ کر پلٹی اور پھر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ سرخ سرخ ڈراؤنی آنکھیں.... خنجر فرش پر گر گیا۔ حمید مردوں سے شرط باندھ کر سویا تھا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر اسے خبر تک نہ ہوئی۔

اچانک لڑکی کے منہ سے ایک خوفزدہ سی چیخ نکلی اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے فرش پر پڑے

ہوئے خنجر کو دیکھنے لگی۔

"نہیں.... نہیں۔"

وہ سسکیاں لینے لگی۔

"وہ.... وہ.... دونوں تصویریں.... تھیں.... میں اب.... ہوش میں.... ہوں.... بالکل.... ہوش میں ہوں.... وہ تصویریں تھیں.... خنجر بھی بیگ میں تھا۔"

دوسری لڑکی

جیسے ہی ہوائی جہاز کے پہیوں نے زمین چھوڑی۔ قاسم کے حلق سے بیک وقت کئی قسم کی آوازیں نکل کر رہ گئیں۔ یہ اس کا پہلا ہوائی سفر تھا اور ایر ہوسٹس جو ایک کافی خوبصورت لڑکی تھی اسے شروع ہی سے تسلیاں دیتی رہی تھی لیکن جیسے ہی ہوائی جہاز اوپر اٹھا قاسم کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی نیچے ہی رہ گئی ہو.... ہوسٹس قریب سے گذر رہی تھی۔ حمید نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے اس سے کہا

"بھائی کو کچھ چاہئے۔"

"کیا چاہئے آپ کو....؟" ہوسٹس نے قاسم کی طرف جھک کر پوچھا۔

"پپ.... پپ.... پیراشوٹ۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔

نہ صرف ہوسٹس بلکہ آس پاس کے دوسرے لوگ بھی ہنسنے لگے۔ حمید نے قاسم کے شانے پر تھپکی دی اور وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے اس کی پیٹھ پر سانپ چڑھ گیا ہو۔ قاسم اور انور حمید کے آگے والی سیٹوں پر تھے اور وہ پُر اسرار لڑکی حمید کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ انور اب بھی فریدی ہی کی شکل میں تھا۔ لیکن اب کے چہرے پر پٹیاں نہیں تھیں۔ البتہ یہاں وہاں کچھ ایسے نشانات ضرور نظر آرہے تھے جیسے خون جم کر کھرنڈ پڑ گئی ہو، سر پر ابھی تک پٹی تھی۔ لڑکی نے اپنی نیویارک کی روانگی کے متعلق حیرت سے ضرور سنا تھا لیکن اس نے اس سے انکار نہیں کیا تھا۔ لہٰذا حمید کو وہ جملہ بھی نہیں دہرانا پڑا تھا جو انکار کی صورت میں فریدی کے کہنے کے مطابق دہرانا تھا یہ سب کچھ تو تھا ہی لیکن پچھلی رات کا واقعہ نوعیت کے اعتبار سے ایسا نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کیا جا سکتا۔ انور نے جو شاید فریدی کے ٹھکانے سے واقف تھا اسے اس وقت فون پر اس واقعے کی اطلاع دے

دی تھی۔ اس پر فریدی نے جو رویہ اختیار کیا تھا اسے اس واقعے سے بھی زیادہ تعجب خیز کہنا چاہئے۔ اس نے اس واقعے کو کوئی اہمیت نہ دی اور انہیں تاکید کر دی کہ لڑکی سے اس کے متعلق قطعی کچھ نہ پوچھا جائے۔ دوسرے دن ان کے ساتھ لڑکی کی روانگی ضروری ہے۔

حمید بڑی الجھن میں تھا۔ نہ اسے اس جملے پر حیرت تھی اور نہ فریدی کے رویے پر۔ تعجب تو اسے اس خنجر پر تھا جس سے حملے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ اس خنجر سے آدمی تو بہت بڑی چیز ہے ایک ننھا سا پرندہ بھی نہیں ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ چمکدار ٹین کا ایک ٹوائے ٹریگر (خنجر نما کھلونا) تھا لیکن لڑکی اس طرح بدحواس ہو گئی تھی جیسے وہ سچ مچ اقدام قتل کے سلسلے میں پکڑی گئی ہو اور پھر اس کے وہ بے ربط جملے.... حمید رات ہی سے کھول رہا تھا لیکن فریدی نے کہہ دیا تھا کہ اس سے کسی قسم کی باز پرس کی ہی نہ جائے اور شاید لڑکی بھی ان کے اس رویے پر حیران تھی اور اس پر سے یہ حیرت انگیز سفر وہ اس وقت گم سم بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ آنکھیں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے وہ اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

ہوائی جہاز بلندی پر پہنچ کر سیدھا ہو گیا۔

قاسم کے منہ سے پھر ایک بے ہنگم سی آواز نکلی۔

"کیا میں کچھ گفتگو کر سکتی ہوں۔" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔

"ضرور.... یقیناً....!"

"نیویارک پہنچنے کے بعد میرا کیا حشر ہو گا؟"

"حشر... میں نہیں سمجھا.... بھئی میں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

لڑکی خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔

"ہم وہاں بہترین قسم کی جگہوں پر اعلیٰ قسم کی تفریح میں حصہ لیں گے۔" حمید بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں وہاں پہنچنے سے قبل ہی پاگل ہو جاؤں۔"

"تم ویسے ہی مجھے پاگل معلوم ہوتی ہو۔"

"میں رات والے واقعے کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ....!" حمید نے قہقہہ لگایا۔ "ہم اس مذاق سے کافی محظوظ ہوئے تھے۔"

"نہیں.... نہیں.... وہ مذاق نہیں تھا۔"

"پھر....؟" حمید نے اپنے لہجے میں حیرت کے آثار پیدا کئے۔

"میں کس طرح بتاؤں.... میری سمجھ میں آتا۔ میں نے شاید آپ سے اپنے مرض کا تذکرہ کیا تھا کہ میں نیند کی حالت میں چلتی ہوں۔"

"تم نے بتایا تھا۔"

"لیکن....!"

قبل اس کے کہ لڑکی جملہ پورا کرتی۔ انور پلٹ کر بولا۔ "بہتر ہوگا اگر ہم یہاں اس قسم کی گفتگو نہ کریں۔"

لڑکی نے حمید کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئی۔

"پرواہ نہ کرو۔" حمید نے کہا۔ "زندگی اسی کا نام ہے۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اب اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آرہے تھے۔

"کب پہنچیں گے؟" قاسم نے انور سے پوچھا۔

"فکر نہ کرو.... کبھی نہ کبھی پہنچ ہی جائیں گے۔ تم خاموش بیٹھے رہو۔ ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

قاسم نے پھر کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسے چھینک آگئی۔

"میں نہ کہتا تھا۔" انور مسکرا کر بولا۔ "منہ بند ہی رکھو ورنہ چھینکتے چھینکتے بُرا حال ہو جائے گا۔"

قاسم نے ناک سکوڑ کر منہ پر رومال رکھ لیا۔

"یہ صاحب کچھ عجیب ہیں۔" لڑکی نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے آہستہ سے کہا۔

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔" حمید بولا۔ "دراصل یہ افریقہ کے جنگلوں سے پکڑ کر لایا گیا تھا۔"

لڑکی مسکرانے لگی۔

"تم شاید مذاق سمجھتی ہو۔ یہ حقیقت ہے۔ پانچ سال کا تھا اور دور سے بن مانس کا بچہ معلوم ہوتا تھا۔ اسے آدمی بنانے کے سلسلے میں ہزاروں روپے خرچ کئے گئے ہیں اگر تم اس وقت اس کا نام پوچھتیں جب یہ آدھا حیوان تھا تو جانتی ہو کیا بتاتا؟"

"کیا بتاتا تھا....؟"

"کاپس....!"

"کیا مطلب....؟"

"قاسم کو کاپس کہتا تھا۔"

"نہیں جھوٹ۔" لڑکی ہنس کر بولی۔ پھر اس نے بڑی سنجیدگی سے دوبارہ قاسم کا جائزہ لیا۔

"میں سب سن رہا ہوں۔" قاسم مڑے بغیر غرایا۔

"بالکل آہستہ بولو تب بھی سن لیتا ہے۔" حمید اس کی طرف دھیان دیئے بغیر لڑکی سے بولا۔ لڑکی ہنسنے لگی۔

"اب اگر اسے پچھلے واقعات یاد دلاؤ.... تو برا مان جاتا ہے۔"

"کیوں خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں آپ انہیں؟" لڑکی بولی۔

"نہیں! نہیں کرنے دو پریشان۔" قاسم پلٹ کر بولا۔ "میں بھی سمجھ لوں گا کبھی۔"

"دیکھو....! اب کتنی صاف اردو بولتا ہے۔" حمید نے قاسم کی طرف دیکھے بغیر لڑکی سے کہا۔

قاسم اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پھر سیدھا ہو گیا۔

"تم سنو ہی مت....!" انور نے قاسم سے کہا۔ "سمجھ لو کتا بھونک رہا ہے۔"

"شکر ہے کہ ہماری سیٹ محفوظ ہے۔" حمید لڑکی سے بولا۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگا۔ "دیکھو کہنے کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں۔ کل کا بن مانس آج ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہے۔ حیرت انگیز بات ہے اسی طرح تم بلا مقصد امریکہ کا سفر کر رہی ہو اس لئے تمہیں بھی اس پر نہ تو حیرت ہونی چاہئے اور نہ پریشانی اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آج تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس قسم کے جانوروں کی اولاد ہے۔ شروع میں ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اندرونی ساخت ہاتھیوں جیسی ہے۔ پھر رائے بدل دی۔ اس پر خاصا ہنگامہ ہوا۔"

"ارے تری ہنگامے کی....!" قاسم نے پلٹ کر گھونسہ چلایا۔ حمید پیچھے کی طرف تن گیا قاسم کے بازو میں کافی چوٹ آئی.... وہ جھلا کر اٹھ ہی رہا تھا کہ انور نے اس کی کمر پکڑ لی۔

"کیا کر رہے ہو....؟ بیٹھو....!"

"منع نہیں کرتے آپ....!" قاسم غصیلی آواز میں بولا۔

"اب نہیں بولے گا.... بیٹھو تو۔"

قاسم بگڑے ہوئے سانڈ کی طرح "فوں فوں" کرتا ہوا بیٹھ گیا۔ انور حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

"تم باز نہیں آؤ گے۔ خدا کے لئے اپنی زبان قابو میں رکھو۔"

دوسرے مسافر انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔ اتنے میں ایئر ہوسٹس بوکھلائی ہوئی قاسم کے پاس پہنچی اور اس نے ہوائی جہاز میں سفر کرنے کے قواعد کے متعلق بتانا شروع کیا۔

"میری رائے ہے کہ آپ کافی پیجئے۔ اس سے بڑا سکون ملتا ہے۔" اس نے اسے مشورہ دیا۔

"مناسب ہے۔" حمید بولا۔

ایئر ہوسٹس چلی گئی اور حمید پھر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن شاید اس کی طبیعت بھی اب کچھ بگڑنے لگی تھی کیونکہ اس کا بھی یہ پہلا ہی فضائی سفر تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور اس کا سر سیٹ کی پشت سے ٹک گیا تھا۔

ادھر قاسم کے لئے کافی آگئی تھی اس نے جیسے ہی کپ ختم کیا اسے قے کرنے کے لئے تھیلی بھی لینی پڑی اور پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے جہاز میں کوئی بگڑا ہوا درندہ آگھسا ہو۔

دوسرے مسافر پریشان ہو گئے۔

قاسم ساتھ ہی "توبہ توبہ" بھی کرتا جا رہا تھا۔ اسے اپنے سارے پچھلے گناہ یاد آگئے تھے۔ بڑی مشکلوں سے یہ طوفان تھما۔

قاسم بدحواس ہو کر اپنی سیٹ میں پڑ گیا۔ دوسرے مسافر بُرے بُرے سے منہ بنا رہے تھے۔ حمید نے بھی سیٹ کی پشت سے ٹک کر آنکھیں بند کر لیں۔ طبیعت کی جولانی پر رفتہ رفتہ بے حسی کی کہر مسلط ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کا ذہن اب بھی جاگ رہا تھا۔ سکون ہوتے ہی اسے پھر پچھلی رات کے واقعات یاد آنے لگے اگر انور لڑکی کو بروقت ٹوک نہ دیتا تو ممکن تھا کہ اس کی ایک الجھن تو دور ہو ہی جاتی۔ آخر اس حرکت کا مقصد کیا تھا۔ لڑکی نے ہوش میں آنے کے بعد جو بے ربط جملے کہے تھے کیا حقیقتاً ان میں کوئی خاص بات پوشیدہ تھی؟ اگر اس کا مقصد قتل ہی کرنا تھا تو پھر اس خنجر نما کھلونے کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔ پھر اگر وہ نیند ہی کی حالت میں تھی تو حمید ہی کیوں....؟ اس نے قاسم کے کمرے کا رخ کیوں نہیں کیا تھا۔ انور بھی فریدی کے بھیس میں وہیں موجود تھا۔ اس پر یہ حملہ کیوں نہ ہوا؟ اور پھر اس پر فریدی کا رد...؟ وہ تو اس واقعے سے بھی زیادہ غیر واضح اور الجھن میں مبتلا کر دینے والا تھا۔ پتہ نہیں وہ لڑکی کیا بلا تھی اور فریدی اسے کیا

سمجھ رہا تھا۔

حمید سوچتا اور اونگھتا رہا۔

راستے بھر اس کی بے چینی بڑھتی ہی رہی۔ لیکن اسے ایک بار بھی لڑکی سے اس کے متعلق گفتگو کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ انور بُری طرح سر پر سوار تھا۔ اگر حالات ایسے نہ ہوتے تو وہ کبھی کا انور سے الجھ پڑا ہوتا لیکن اسے فریدی کے کہنے کا پاس تھا۔ پتہ نہیں اس کی اسکیم کیا تھی۔

نیویارک پہنچ کر حمید کو ایک دوسرے حیرت انگیز واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔ جیسے ہی وہ ایئر پورٹ پر اترے ایک خوبصورت تندرست اور انتہائی اسمارٹ قسم کی امریکن لڑکی ان کی طرف بڑھی۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہی تو تم ہی کرنل فریدی ہو۔" اس نے انور سے کہا۔

"اوہو... !" انور اس سے گرمجوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "کیا میں مس روزا شیپرڈ کو نہیں پہچانوں گا۔"

"پہچان لیا تم نے... ہاہا... !" لڑکی نے قہقہہ لگایا۔ پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "تمہارے سر میں کیا ہوا ہے؟"

"چوٹ.... !" انور نے مسکرا کر کہا۔ پھر حمید سے بولا۔ "مس شیپرڈ سے ملو۔ میری اور ان کی دوستی بہت پرانی ہے لیکن ہم نے ایک دوسرے کو پہلے پہل دیکھا ہے یہ میرے ساتھی کیپٹن حمید ہیں۔"

"اوہ! بڑی خوشی ہوئی۔" روزا نے حمید سے مصافحہ کیا۔

"اور یہ مسٹر قاسم میرے دوست اور یہ مس ریکھا۔ کیپٹن حمید کی سیکریٹری۔"

روزا نے قاسم کو حیرت سے دیکھا لیکن اس وقت قاسم کے چہرے سے یتیمی برس رہی تھی اور اس کا چہرہ اتنے بڑے ڈیل ڈول پر بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک حقیر کدو رکھ دیا گیا ہو۔

حمید روزا کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ دل ہی دل میں فریدی کو بُرا بھلا بھی کہہ رہا تھا۔ فریدی جو خود کو عورت کے معاملے میں انتہائی خشک ظاہر کرتا تھا۔

روزا انور سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی اور حمید کے سینے پر سانپ لوٹتے رہے۔

"قاسم کیا خیال ہے؟" اس نے قاسم کو آنکھ مار کر کہا۔

"خیال اٹک گیا ہے۔" قاسم کمزور سی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"کچھ سجھائی نہیں دیتا۔" قاسم نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

حمید نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

نیویارک کی سر بفلک عمارتوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ ذرا ہی دیر میں اس کا سر چکرا گیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو۔

اس کی ہم سفر لڑکی ریکھا اس سے بھی زیادہ مبہوت نظر آ رہی تھی۔

وہ ویٹنگ روم میں آئے۔ امریکن لڑکی روزا انور کو باتوں میں الجھائے ہوئے تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے ہٹی تو حمید نے انور کو الگ بلا کر اس کے متعلق استفسار کیا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔" انور بولا۔ "فریدی صاحب نے وہاں مجھے اس لڑکی کی ایک تصویر دی تھی اور نام بتایا تھا۔ یہ بھی کہا تھا کہ یہ نیویارک میں ہمیں ملے گی اور ہمارا قیام اسی کے یہاں سے ہو گا۔"

"آخر فریدی صاحب اسے کیسے جانتے ہیں؟" حمید نے کہا۔ "اور پھر تمہیں دیکھ کر اس نے اسطرح گفتگو شروع کی تھی جیسے وہ فریدی صاحب کو جانتی تو ہو مگر ملنے کا اتفاق پہلی ہی بار ہوا ہو۔"

"شاید وہ دونوں پن فرینڈز ہیں۔"

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ روزا واپس آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک نہایت شاندار کار میں بیٹھے ہوئے نیویارک کی کشادہ سڑکوں سے گذر رہے تھے۔

قاسم کی حالت اب پہلے سے بہتر تھی اور روزا کو اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا جیسے وہ اچانک آسمان سے اس کار میں ٹپکی ہو۔ ریکھا آنکھیں بند کئے سوچ رہی تھی۔ شاید وہ روزا کے مقابلے میں احساسِ کمتری کا شکار ہو گئی تھی۔

کار کا سفر طویل ہی معلوم ہو رہا تھا کیونکہ متواتر ایک گھنٹہ چلنے کے بعد بھی وہ کسی عمارت کے سامنے نہ رکی۔

پھر نیویارک کی اونچی عمارتوں والا حصہ بہت پیچھے رہ گیا۔

اب ان کے گرد و پیش ہرے بھرے باغات اور کھیتوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلے تھے۔

حمید اونگھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی نیند گہری ہو گئی۔
پھر پتہ نہیں وہ خود ہی جاگا یا کسی نے اسے جھنجھوڑ کر جگادیا۔
کار رک گئی تھی اور بقیہ لوگ نیچے اتر رہے تھے۔ حمید نے بھی جلدی سے ان کی تقلید کی۔
جہاں کار رکی تھی وہ ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا اور اس کے وسط میں ایک مختصر سی دو منزلہ عمارت نظر آ رہی تھی۔
وہ عمارت کی طرف چل پڑے۔ روزا ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ اور پھر اس عمارت میں داخل ہوتے ہی حمید کے ذہن کو اتنا زبردست جھٹکا لگا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔
اس کے سامنے سنگ ہی کھڑا مسکرا رہا تھا اور اسی کے قریب وہ امریکن ماہر آثار قدیمہ بھی موجود تھا جس کی پارٹی نے مردہ شہزادی کے طوق کے لئے سنگ ہی سے باقاعدہ جنگ کی تھی۔
لیکن .... ان دونوں کے انداز سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے اب وہ بہت گہرے دوست ہوں۔

نئی مصیبت

حمید اور اسکے ہم سفر اس طرح کھڑے تھے جیسے ان کے جسموں کا سارا خون منجمد ہو گیا ہو۔
"کرنل فریدی... اور کیپٹن حمید۔" سنگ ہی طنزیہ انداز میں جھک کر بولا۔ "وہاں آپ نے مجھے شرف میزبانی بخشنے سے انکار کر دیا تھا لیکن میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے ہزاروں میل کی دوری پر مجھے سرفراز فرمایا۔ آپ کھڑے کیوں ہیں؟ تشریف رکھئے نا.... آپ کا یہ خادم یہاں بہت معزز سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ڈاکٹر؟" سنگ ہی نے بوڑھے ماہر آثار قدیمہ کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی نظر قاسم پر پڑی۔ وہ اس کے ڈیل ڈول کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔
"آپ کی تعریف....؟" اس نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے حمید سے پوچھا۔
"میرا خیال ہے کہ پہلے تم اس سے تعارف حاصل کرو۔" حمید نے ریکھا کی طرف اشارہ کیا۔
سنگ ہی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ یہ تم لوگوں کے لئے دردِ سر بنی۔"
"نہیں! یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا کہ ہم اسے تمہارے پاس پہنچادیں۔"
"شکریہ.... شکریہ۔" سنگ ہی سر ہلا کر بولا۔ پھر اس نے انور سے کہا۔ "کرنل صاحب آپ کیوں خاموش ہیں....؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ واقعی تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔" انور مسکرا کر بولا۔

"بہت زیادہ.... کرنل.... بہت زیادہ۔"

"ختم کرو! یہ باتیں۔" ڈاکٹر شیپرڈ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر اس نے روزا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم اسی وقت شہر واپس جاؤ۔"

"مگر ڈیڈی.... تم ان لوگوں کو کیا جانو۔ میرے مہمان ہیں۔ میں انہیں یہاں چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں۔"

"نہیں بے بی۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "یہ دراصل میرے مہمان ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی مسٹر سنگ۔"

"اب سے چھ ماہ پیشتر تمہارے ڈیڈی مشرق میں تھے نا۔"

"ہاں....!"

"ان لوگوں نے وہاں ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی تھیں۔"

"کرنل فریدی نے....؟" روزا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں....!"

"کیوں ڈیڈی....؟"

"تم جاؤ.... تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جاسکتی.... تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا۔ تم جانتے تھے کہ میں نے کرنل سے خط و کتابت کے ذریعہ دوستی کی ہے۔ جب اس نے مجھے ایئر گرام کے ذریعہ مطلع کیا کہ وہ نیویارک آرہا ہے تو تم ہی نے مجھے اس کو اپنے یہاں مدعو کرنے کی ترغیب دی تھی۔ آخر تم نے مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتایا۔"

"مکاروں کو مکاری ہی سے مارتے ہیں بے بی۔" سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آہا....!" قاسم ہاتھ نچا کر دھاڑا۔ "تم سالے جھینگر کی اولاد.... ہمیں مارو گے۔" پھر اس نے انور کی طرف دیکھ کر کہا۔ "مجھے روکئے گا نہیں۔"

"بڑے جیالے معلوم ہوتے ہو۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "ذرا اپنے چاروں طرف بھی ایک نظر ڈال لو۔"

انہوں نے چاروں طرف اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی۔ تین آدمی مختلف جگہوں پر ٹامی گنیں لئے کھڑے تھے۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" روزا چیخ کر آگے بڑھی۔

"چلی جاؤ....!" ڈاکٹر شیپرڈ غرایا۔

"ڈیڈی! تم ایک معزز آدمی ہو۔" روزا بے بسی سے بولی "میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی۔ یہ کھلا ہوا جرم ہے۔ میرے خدا... ڈاکٹر شیپرڈ اور قاتل....!"

"ڈائنز....!" سنگ ہی بولا۔ "بے بی کو یہاں سے ہٹا دو۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔"

"روجر....!" ڈاکٹر نے کسی کو پکارا۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک پستہ قد اور مضبوط جسم کا امریکن کمرے میں داخل ہوا۔

"روزی کو.... شہر لے جاؤ۔"

"میں نہیں....!"

"شٹ اپ....!" ڈاکٹر حلق پھاڑ کر چیخا۔ اس کی آنکھیں براہِ راست روزا کی آنکھوں میں گڑی ہوئی تھیں اور روزا کے پیر کانپ رہے تھے۔

"چلو مسی....!" روجر نے اس کا شانہ چھو کر کہا۔

روزا چیختی اور احتجاج کرتی چلی گئی۔

حمید نے انور کی طرف دیکھا جو دم بخود کھڑا ہوا تھا اسے حیرت تھی کہ انور اتنا خاموش کیوں ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سنگ ہی طوق تو حاصل کر ہی چکا ہے۔ پھر اب کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو زندہ ہی رکھے۔ فریدی سے اسے اس بات کا خدشہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا تعاقب کرے گا۔ لہٰذا اپنی دانست میں فریدی پر قبضہ پا لینے کے بعد وہ چوک نہیں سکتا۔

"ہاں کرنل اب بتاؤ۔" سنگ ہی اطمینان سے بیٹھ کر سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔ "میں یہاں دیکھوں گا کہ تم کتنے طاقت ور ہو۔"

اچانک انور کی آنکھوں سے بد حواسی جھانکنے لگی۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا اور ہکلا کر رہ گیا۔ اس پر ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی دونوں ہنس پڑے۔

حمید دل ہی دل میں جل بھن کر رہ گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ انور کا گلا دبا دے کم بخت۔ جب فریدی کی پوری نقل نہیں اتار سکتا تو ایسے آدمی کو اپنی جگہ دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

یہ سوچ کر حمید کو فریدی پر غصہ آ گیا۔

"مجھ سے پوچھو کیا چاہتے ہو....؟" حمید نے سنگ ہی سے گرج کر کہا۔

"ہاں انہیں سے پوچھ لو۔" انور رو دینے والی آواز میں بولا۔ "میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ بُری طرح پھنس گیا ہوں۔"

"شٹ اَپ....!" حمید نے انور کو دھکا دیا۔

"تم بھی مار لو بھائی۔" انور سچ مچ رونے لگا۔

"ہائیں.... فریدی صاحب۔" قاسم گڑبڑا کر بولا۔

"فریدی صاحب کی ایسی کی تیسی۔" انور اپنا سر پیٹنے لگا۔ "میں برباد ہو گیا۔ سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔"

"ابے او مردود یہ کیا کر رہا ہے۔" حمید اردو میں دہاڑا۔

سنگ ہی نہ صرف اردو سمجھتا تھا بلکہ اچھی خاصی بول بھی لیتا تھا۔ حمید کی زبان سے اپنے آفیسر کے لئے اس قسم کے جملے سنتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انور کو دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا انور سے صرف دو فٹ کے فاصلے پر رک گیا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی اور اندر کو دھنسی ہوئی چمکیلی آنکھیں انور کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔

"حمید بھائی پاگل ہو گئے ہو کیا....؟" قاسم حمید کے قریب سرک کر بڑبڑایا۔

دفعتاً سنگ ہی ڈاکٹر شیپرڈ کی طرف مڑا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور نتھنے اس طرح پھول رہے تھے جیسے اس کی سانس رک گئی ہو۔

"یہ فریدی نہیں ہے۔" اس نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔

"کیا....؟" ڈاکٹر شیپرڈ بھی اسی طرح اچھلا جیسے کرسی کے دانت نکل آئے ہوں۔

"ہاں.... یہ فریدی نہیں ہے۔" سنگ ہی پلٹ کر انور کا گریبان پکڑتا ہوا بولا۔ "بتاؤ! تم کون ہو....؟"

"مم.... میں.... ایک قیدی ہوں۔" انور گڑگڑایا۔ "فریدی نے مجھے اس شرط پر جیل سے رہائی دلائی تھی کہ میں اس کی شکل میں اس کے آدمیوں کے ساتھ نیویارک جاؤں گا۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں.... ہوا تو...." سنگ ہی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

پھر وہ حمید کی طرف پلٹا۔

"فریدی کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔" حمید نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

حمید اس کی بات سنی ان سنی کر کے ڈاکٹر شیپرڈ سے بولا۔

"ڈاکٹر تم مجھے بڑے بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"کیوں....؟" ڈاکٹر شیپرڈ بھنا گیا۔

"کیپٹن لوتھر کا انجام پیش نظر ہوتے ہوئے بھی تم نے ایسے خطرناک آدمی سے گٹھ جوڑ کر لیا.... یاد رکھو.... سنگ ہی ایک ایسا کتا ہے، جو آنکھ بند کر کے حملہ کرتا ہے۔"

"تم اپنی فکر کرو لڑکے۔" سنگ ہی غرایا۔

"پرواہ نہ کرو....!" حمید مسکرایا۔ "شاید تم وہ رات بھول گئے جب تم نے کیپٹن لوتھر[1] کی کوٹھی میں میری جان لینے کی کوشش کی تھی.... کیا تمہیں میری فولادی انگلیاں یاد نہیں؟"

"بکواس بند کرو.... موت تم سے زیادہ دور نہیں۔"

"ہم لوگ موت کے ہمسائے ہیں مسٹر سنگ....!" حمید تضحیک آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"انہیں تو ختم ہی کرو۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے غصیلی آواز میں کہا۔

"ختم تو کئے ہی جائیں گے۔" سنگ ہی ایک طویل سانس لے کر بولا "لیکن ذرا ٹھہرو۔ طوق ابھی نامکمل ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" شیپرڈ بڑبڑایا۔

"طوق نامکمل کیوں ہے۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"زبان بند کرو....!" سنگ ہی جھلا کر بولا۔

---

[1] اس دلچسپ واقعے کے لئے جاسوسی دنیا کا ناول "نیلی لکیر" جلد نمبر 14 ملاحظہ فرمائیں۔

شیپرڈ تینوں مسلح آدمیوں میں سے ایک کو الگ بلا کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔

"میں نے تمہیں پہلی بار غصے میں دیکھا ہے۔" حمید نے تضحیک آمیز لہجے میں سنگ ہی سے کہا۔ "شاید یہ اس شکست کا نتیجہ ہے۔"

"شکست....!" سنگ ہی اپنا موڈ بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "ابھی فتح و شکست کا سوال ہی نہیں.... یہ ایک لمبا داؤ ہے.... فریدی بھی کیا یاد کرے گا۔ مگر اتنا مانتا ہوں کہ تم دونوں کے ستارے بہت اچھے ہیں۔"

"مانتے ہو نا.... ہم لوگ ستارے نہیں بلکہ سورج رکھتے ہیں.... مگر سنگ ہی۔ تم نے طوق کے نامکمل ہونے کے متعلق کیا بات کہی تھی؟"

"کچھ نہیں! کوئی خاص بات نہیں.... تم لوگ واقعی ہمارے مہمان ہو۔"

"تو کیا تم مجھ سے اس کیس معاملے میں گفتگو ہی نہ کرو گے؟" حمید نے کہا۔

"کیوں.... کیسی گفتگو؟"

"طوق کے متعلق۔"

"اپنی زندگیوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہو تو میں تیار ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تمہیں زندگی عزیز نہیں ہے؟"

"ہے کیوں نہیں؟"

"پھر ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"ہمیں تمہارے خزانے سے غرض نہیں۔" حمید نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ طوق کی تحریر ہی تمہارے لئے اہم ہو سکتی ہے۔"

"میں اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو پھر ہماری زندگیوں کے متعلق بھی تمہارا فکر مند ہونا فضول ہی ہے۔ ہم اسے چلی کی حکومت کے سپرد کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔"

سنگ ہی چند لمحے خاموش رہا پھر مسکرا کر بولا۔

"تم شاید اس لئے مطمئن ہو کہ فریدی میری گرفت میں نہیں آیا لیکن اس خیال میں نہ رہو۔

یہ تمہارا ملک نہیں.... یہاں تم سنگ ہی پر سبقت نہیں لے جاسکتے۔ تم نہیں جانتے کہ میں ان اطراف میں کتنا بااثر ہوں۔"

"جی ہاں.... جی ہاں.... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" قاسم اپنا پیٹ دباتا ہوا بولا اسے دراصل بہت شدت سے بھوک لگی ہوئی تھی اور نہ جانے کیوں اسے بالکل خوف نہیں محسوس ہورہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب کچھ محض مذاق ہو۔

"یہ کون ہے؟" سنگ ہی نے ایک بار پھر قاسم کو نیچے سے اوپر تک دیکھ کر پوچھا۔

"تم اپنے اثرورسوخ کی بات کررہے تھے۔" حمید نے اسے ٹوکا۔

"کچھ نہیں....!" سنگ ہی جھلاہٹ میں ہاتھ ہلا کر بولا۔

ٹامی گنوں سے مسلح آدمی ان کی طرف بڑھے۔

"کھسکو....!" ان میں سے ایک دروازے کی طرف ٹامی گن کی نال سے اشارہ کرتا ہوا غرایا۔

وہ سب دروازے کی طرف چلنے لگے۔

"تم یہیں ٹھہرو....!" سنگ ہی نے ریکھا سے کہا۔

وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں خوف جھانک رہا تھا۔

اس نے بڑی بے بسی سے حمید کی طرف دیکھا۔

"سنگ....!" حمید بھی چلتے چلتے رک کر بولا۔ "تمہارا مقصد تو پورا ہو ہی چکا ہے اب اسے ہمارے ہی ساتھ رہنے دو۔"

"کیسا مقصد....؟" سنگ ہی نے حیرت سے کہا۔ "تم ہوش میں ہو یا نہیں۔ یہ میری ننھی منی سی محبوبہ ہے.... میں اسے چاہتا ہوں.... ریکھا ڈارلنگ! اب تم مجھ سے جدا نہیں ہوگی۔"

"میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" ریکھا خوفزدہ آواز میں بولی۔

"تم چلو....!" ایک مسلح امریکن نے حمید کو دھکا دیا اور وہ چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے کے فرش پر بیٹھے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دروازہ باہر سے بند کردیا گیا تھا۔

یہ کمرہ غالباً گھر کے اسٹور کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ چاروں طرف مختلف قسم کی چیزوں کے انبار تھے اور درمیان میں تھوڑی سی جگہ خالی تھی وہیں یہ تینوں بیٹھے اپنے اپنے مستقبل

میں جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"یہ تم نے کیا کیا انور....؟" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

"یہ بھی اسکیم ہی کا ایک حصہ تھا۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں اس اسکیم پر.... جس سے مجھے بے خبر رکھا گیا۔ تم کیا مجھ سے زیادہ ہو؟"

"یہ فریدی صاحب کا نظریہ ہے۔" انور مسکرا کر بولا۔ "میرا اپنا نہیں۔"

"یعنی تم مجھ سے زیادہ ہو۔"

"یقیناً....!"

"میں تمہیں اپنے جوتے کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔"

"مت سمجھو۔"

"ارے باپ رے۔" دفعتاً قاسم اچھل پڑا اور پھر وہ باقاعدہ اچھلنے کودنے لگا۔ ایک بڑی سی چوہیا اس کی پتلون کے پائینچے سے نکل کر بھاگی۔

"ارے خدا تجھے غارت کرے۔" وہ زور سے دہاڑ کر اس کے پیچھے جھپٹا لیکن وہ ڈبوں کے انبار میں غائب ہو گئی۔ پھر انہوں نے قاسم کو ہنستے سنا۔ وہ تیزی سے اُن کی طرف پلٹ کا آہستہ سے بولا۔ "درجنوں ڈبے.... خدا کی قسم.... مزہ آ گیا۔"

"کیا ہوا....؟"

"مچھلیوں اور پھلوں کے ڈبے.... خوب ڈٹ کر کھاؤ مری جان.... آہم۔"

قاسم ڈبوں پر ٹوٹ پڑا۔

پُراسرار مشرقی

روزا راستے میں کافی دیر تک سسکیاں لیتی رہی۔ روجر خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے ایک بار بھی نہ تو اس کی طرف دیکھا اور نہ اظہار ہمدردی کے سلسلے میں کچھ کہا۔

"روجر....!" آخر روزا ہی نے اسے مخاطب کیا۔ "یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں ڈیڈی کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہو رہا ہے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ ڈاکٹر اس دوغلے چینی سے

اشتراک کریں۔"

"لیکن وہ ہے کون....؟"

"سنگ ہی.... ایک جلاد ذہن چینی... جس نے اپنے ملک کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کی تھی۔"

"ڈیڈی اس سے کس معاملے میں اشتراک کر رہے ہیں۔"

"یہ انہیں سے پوچھئے تو بہتر ہے۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"اچھا تو یہی بتاؤ کہ اس ایشیائی سراغ رساں سے وہ کیوں الجھ رہے ہیں؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا مسی۔"

روزا کچھ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

"مجھے ڈیڈی نے دھوکا دیا ہے.... اسے میں کبھی نہ بھولوں گی۔ اوہ اب میں سمجھی۔ انہوں نے اسی لئے مجھے فریدی سے قلمی دوستی پیدا کرنے پر اکسایا تھا۔"

"مسی... میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم اس چکر میں نہ پڑو۔"

روزا کچھ نہ بولی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "مجھے سسکستھ ایونیو میں وائیلڈ کیٹس کے سامنے اتار دینا۔"

"بہت اچھا....!" روجر بولا۔ "مگر ڈاکٹر نے تو....!"

"اوہ انہوں نے گھر نہیں شہر کہا تھا.... جو میں کہہ رہی ہوں کرو۔"

روجر نے گاڑی سکستھ ایونیو کی طرف موڑ دی۔

اور پھر روزا وائیلڈ کیٹس (Wild Cats) کے سامنے اتر گئی یہ ایک شاندار ہوٹل تھا۔

وہ چند لمحے باہر ہی کھڑی رہی۔

روجر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اسے اس کی روانگی کا انتظار تھا۔ وہ تو بس یونہی بلا مقصد باہر رک گئی تھی اور پھر جیسے ہی وہ اندر جانے کے لئے مڑی اسے ایک مشرقی آدمی دکھائی دیا جو اس کے قریب ہی کھڑا اُسے بُری طرح گھور رہا تھا۔ روزا سہم گئی اسے اس کی آنکھوں میں برقی رو سی نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ادھیڑ عمر کا ایک تندرست اور وجیہہ آدمی تھا اور اس کے کاندھوں پر ایک بڑا سا سیاہ رنگ کا نیولا بیٹھا ہوا تھا۔

نیویارک جیسے شہر میں کسی ایسے آدمی کا دکھائی دے جانا معمولی بات نہیں تھی۔ جلد ہی لوگ اس کے گرد اکٹھا ہو گئے وہ ایک مہذب اور باسلیقہ آدمی معلوم ہو تا تھا۔ مگر اس کے شانے پر بیٹھا ہوا نیولا.... یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔

روزا اس کی نظر کی تاب نہ لا کر ہوٹل میں چلی گئی۔

وہ پُر اسرار مشرقی آدمی بھی داخلے کے دروازے کی طرف مڑا۔ باہر کھڑا ہوا محافظ شاید اس سے واقف تھا.... اس نے مسکرا کر اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اس سے نیولا لے لیا۔

پُر اسرار مشرقی ہوٹل میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے لگی ہوئی بھیڑ نیولے کے ساتھ باہر ہی رہ گئی تھی۔ پھر چند ہی لمحات کے بعد روزا نے اسے اپنی میز کے قریب ہی دیکھا۔

وہ اس سے اس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔

"جج.... جی ہاں.... بیٹھئے۔" روزا ہکلائی۔

"شکریہ....!" مشرقی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا پوچھیں گے....؟" روزا کا دل دھڑکنے لگا۔

"اوہ.... کوئی خاص بات نہیں.... میں نے ایئر پورٹ پر آج صبح آپ کے ساتھ کچھ ایشیائی آدمی دیکھے تھے اور اگر میں غلطی پر نہیں ہوں، تو ان میں میرا ایک دوست بھی تھا۔"

"کون....؟"

"وہ غالباً کرنل فریدی تھا۔"

"اوہ.... تو کیا آپ کرنل کے دوست ہیں؟" روزا نے پُر جوش لہجے میں پوچھا۔

"ہاں.... میں اس کا دوست ہوں۔"

"تب تو.... تب تو آپ جلدی کیجئے کیونکہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"کیا بات ہے؟"

"وہ اس وقت اَپ اسٹیٹ (Up State) میں ہے اور اس کے ساتھی بھی.... میں آپ کو پتہ بتا سکتی ہوں لیکن جلدی کیجئے۔"

روزا اسے پتہ بتانے لگی۔

وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "آخر وہ لوگ کون ہیں جنہوں نے اسے اس

طرح روکا ہے؟"

"میں نہیں جانتی.... آپ جلدی کیجئے.... جائیے۔"

"مگر وہ تو آپ کے ساتھ تھے۔"

"اوہ... میں دھوکا کھا گئی۔"

"اچھا تو آپ یہی باتیں میرے ایک ساتھی کے سامنے دہرا دیجئے۔ اس کے بعد پھر ہم کچھ کر سکیں گے۔"

"دیکھئے اس کا وقت نہیں ہے... میں کہتی ہوں جلدی کیجئے.... اٹھئے میں بھی ساتھ چلوں گی۔"

"شکریہ... بہت بہت شکریہ۔" مشرقی اٹھتا ہوا بولا۔

دونوں باہر آئے اور محافظ نے نیولا اسے واپس کر دیا۔ اب وہ پھر اس کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔ مشرقی آدمی ایک چھوٹی سی کار میں بیٹھ گیا۔ لڑکی گھوم کر بائیں کھڑکی سے اسکے پاس جا بیٹھی۔ کار چل پڑی۔

"آپ کہاں چل رہے ہیں....؟" روزا دفعتاً چونک کر بولی۔

"زیادہ دور نہیں... بس آپ میرے ساتھی کے سامنے....!"

"آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔" روزا جھنجھلا گئی۔

"دیکھئے.... اس کے بغیر کام نہیں بنے گا۔"

"آپ اس معاملے کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔"

"مجھے پورا پورا احساس ہے۔"

روزا خاموش ہو گئی۔ لیکن اس کے چہرے پر ذہنی الجھن کے آثار تھے۔

آخر کار گاڑی ایک سولہ منزلہ عمارت کے سامنے رک گئی اور وہ لفٹ کے ذریعہ دسویں منزل پر پہنچے۔ مشرقی نے ایک فلیٹ کے دروازے کا ہینڈل گھما کر کھولا۔

"آیئے....!" اس نے روزا سے کہا۔

"وقت برباد ہو رہا ہے....!" روزا جلدی سے بولی۔ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کی زندگیاں خطرے میں نہ پڑ جائیں۔"

"افسوس کہ میرا ساتھی کہیں باہر گیا ہوا ہے۔" مشرقی نے چاروں طرف دیکھ کر مایوسانہ

لہجے میں کہا۔

روزا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔ پھر دفعتاً اس کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ مشرقی کا نیولا اس کے کاندھوں سے اتر کر گود میں آ گیا تھا اور روزا ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے وہ نیولا اسے کینہ توز نظروں سے گھور تا ہو۔

اس کے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی سی بوندیں پھوٹ آئیں۔

"کیوں کیا بات ہے۔" مشرقی نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ وہ گفتگو کے دوران میں عموماً مخاطب کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹائے ہی رکھتا تھا۔

"دیکھئے....!" روزا تھوک نگل کر بولی۔ "میں سمجھتی ہوں۔ آپ نے مجھے بطور یرغمال پکڑ لیا ہے۔ لیکن میں حلفیہ کہتی ہوں کہ آپ کے دوستوں کی مصیبت کی وجہ میں نادانستہ طور پر بنی ہوں اور آپ خود سوچئے اگر میں اس سازش میں شریک ہوتی تو آپ سے ان لوگوں کا تذکرہ ہی کیوں کرتی۔"

"ممکن ہے کہ تم مجھے بھی وہیں پہنچانا چاہتی ہو۔" مشرقی سرد لہجے میں بولا۔

"ہرگز نہیں.... میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔ اچھا یہ بہتر رہے گا کہ آپ فی الحال مجھے اپنی قید ہی میں رکھیئے اور خود پولیس کے ساتھ میرے بتائے ہوئے پتے پر جائیے.... حقیقت کھل جائے گی۔"

"تمہیں سازش کا علم نہیں تھا۔"

"ہرگز نہیں.... ڈیڈی بھی ایسے آدمی نہیں ہیں۔ انہیں اس دوغلے چینی نے بہکایا ہے۔"

دفعتاً قریب ہی کہیں ایک ہلکی سی آواز کیساتھ کوئی دروازہ کھلا اور قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

"او.... شاید میرا ساتھی آ گیا ہے۔" مشرقی کہتا ہوا مڑا۔

اور دوسرے ہی لمحے میں روزا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس کے سامنے فریدی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اوہ.... کرنل....!" وہ اس کی طرف بڑھی۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم وہاں سے نکل آئے۔"

"یہ تو میرا ساتھی ہے جس سے ملانے کے لئے میں تمہیں لایا تھا۔" مشرقی جلدی سے بولا۔

"کیا مطلب....؟" روزا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"بیٹھ جاؤ مس شیپرڈ....!" فریدی بولا۔

روزا چپ چاپ بیٹھ گئی۔

"کیا سنگ ہی ڈاکٹر شیپرڈ کے ساتھ ہی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں.... لیکن.... کیا تم وہیں سے نہیں آرہے ہو....؟"

"نہیں.... میں تو کل رات سے یہاں ہوں۔"

"کرنل.... میں بہت پریشان ہوں.... اور ساتھ ہی شرمندہ بھی۔ میری پوری داستان سن لو.... پھر طنز کے تیر پھینکنا۔"

"میں طنز نہیں کر رہا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے مجھ سے قلمی دوستی کیوں کی تھی؟"

"میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"قلمی دوستی کے لئے تم نے مجھے ہی کیوں منتخب کیا؟"

"تمہارے کارناموں کی بنا پر....!"

"ٹھیک اسی لئے میں نے یہاں بھی تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی دونوں کچھ تھوڑے سے بیوقوف بھی ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ یہ بھول جاتے ہیں کہ فریدی اتنی معمولی سی چالوں میں نہیں آسکتا.... مس شیپرڈ جس فریدی کو تم نے مہمان بنایا ہے وہ میرا ایک معمولی سا آدمی ہے۔ سمجھیں۔"

روزا چند لمحے اسے مستفسرانہ نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میرے خدا! میں سمجھی.... کیا تمہیں اس سازش کا علم پہلے ہی سے تھا؟ مگر آخر کیسے؟ تم ہزاروں میل کی دوری پر تھے۔ میں ہر وقت ڈیڈی کے ساتھ رہتی ہوں.... پھر بھی مجھے کچھ نہ معلوم ہو سکا۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "تمہارا پہلا ہی خط موصول ہونے پر میں تمہارے نام کے ساتھ "شیپرڈ" دیکھ کر ٹھٹکا تھا.... اور پھر میں نے یہاں تمہارے متعلق انکوائری کرائی تھی جس سے معلوم ہوا کہ تم ڈاکٹر شیپرڈ کی لڑکی ہو۔"

"اور تم محتاط ہو گئے۔" روزا بولی۔ "لیکن تمہارا اور ڈیڈی کا کیا معاملہ ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم نے ان کے ہتھکڑیاں لگائی تھیں؟"

"یہ بالکل درست ہے۔" فریدی سگار سلگا کر بولا۔ "میں نے بلاشبہ ایسا کیا تھا۔ انہوں نے معمولی مجرموں کی طرح میرے شہر میں اودھم مچائی تھی اور سنگ ہی نے ان کے کئی آدمیوں کو ختم بھی کر دیا تھا۔"

"کیوں.... کس لئے؟"

"ڈاکٹر شیپرڈ جیسے عالم کیلئے یہ حرکت باعث ننگ ہے لیکن دولت کی لالچ کسی کو بھی نہیں چھوڑتی۔ تمہیں یاد ہوگا کہ چلی کے ایلیوم پہاڑ کی چوٹی پر انکا نسل کی ایک شہزادی کی لاش ملی تھی۔"

"اوہ.... ہاں مجھے یاد ہے۔ ڈیڈی بھی اسے دیکھنے کے لئے گئے تھے۔"

"لاش سنگ ہی اور اس کے ایک ساتھی نے دریافت کی تھی اور سنگ ہی نے اس مردہ شہزادی کے گلے سے ایک زیور اتارا تھا وہی زیور ڈاکٹر شیپرڈ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے اسی لئے وہ سنگ ہی کے پیچھے لگے ہوئے میرے ملک تک گئے۔"

"زیور.... کیا وہ بہت قیمتی ہے؟"

"بہت زیادہ! ان لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں کسی بہت بڑے خزانے کا سراغ پوشیدہ ہے۔ زیور میں نے ان لوگوں سے حاصل کر لیا تھا اور وہ میرے یہاں کے سرکاری خزانے میں تھا کہ سنگ ہی اسے دوبارہ لے اڑا۔ اب ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ وہ دونوں خزانے کی تلاش میں جائیں گے اور اب میری ایک پیش گوئی بھی سن لو۔ اگر سنگ ہی کو واقعی کوئی خزانہ مل گیا تو وہ تمہارے باپ کو وہیں قتل کر دے گا۔"

روزا سناٹے میں آ گئی۔

"ایک بیٹی کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے کہ تم انہیں اس سے باز رکھو۔"

"وہ میری نہیں سنیں گے۔" روزا خوفزدہ آواز میں بولی۔

"اگر وہ نہیں سنیں گے تو میری پیش گوئی اٹل ہے۔"

"پھر میں کیا کروں....؟"

"ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔ مگر شاید تم اس پر عمل نہ کر سکو۔"

"میں ہر تجویز پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ مگر تم مجھ پر اعتماد کیوں کرنے لگے؟"

"اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تم سے اس کے متعلق گفتگو ہی نہ کرتا۔"

"تجویز کیا ہے؟"

"مجھے ان کے پروگراموں سے مطلع کرتی رہو۔"

"اور آپ کے آدمیوں کا کیا ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ وہ خطرے میں ہوں گے۔"

"اسی صورت میں جب انہیں یہ علم نہ ہو کہ فریدی ابھی تک ان کی گرفت میں نہیں آیا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اب تک ان پر یہ راز کھل گیا ہوگا لہٰذا ایسی صورت میں میرے آدمی محفوظ ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"پھر کبھی سمجھ لینا... میں بتادوں گا.... مگر ابھی نہیں! فی الحال یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ سنگ ہی اب کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟ میرے متعلق کسی سے بھی کوئی گفتگو نہ کرو گی۔ مگر میرے ساتھیوں کی حبس بیجا پر برابر احتجاج کرتی رہو گی۔ غالباً سمجھ گئی ہو گی۔"

"بالکل سمجھ گئی۔"

"میں ہمیشہ یہیں ملوں گا.... اگر میں موجود نہ ہوں تو.... اوہ ٹھہرو.... میں تعارف کرانا تو بھول ہی گیا.... یہ میرے بزرگ مسٹر طارق[1] ہیں.... اور آپ تو انہیں جانتے ہی ہیں۔"

"میں یہاں کسے نہیں جانتا۔" طارق مسکرایا۔

تھوڑی دیر بعد روزا رخصت ہو گئی۔

"لڑکی قابل اعتماد معلوم ہوتی ہے۔" طارق نے ایک طویل سانس لینے کے بعد کہا۔

"یقیناً... بہر حال میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ اسے یہاں تک لائے۔"

"تکلفات کو چھوڑو.... تمہارا یہ خزانہ میرے لئے ایڈونچر کا ایک نیا دروازہ کھول رہا ہے... فکر مت کرو.... میں جنوبی امریکہ کا کیڑا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میری ساری زندگی ہی دفینوں کی تلاش میں گذری ہے۔"

"میں جانتا ہوں.... اسی لئے میں نے تعاون کی درخواست کی تھی۔"

"درخواست؟ کیا کہہ رہے ہو! میرے بیٹے.... ارے یہ تو میرا اپنا ہی کام ہے۔ مگر تم اپنے باپ سے بھی زیادہ عجیب معلوم ہوتے ہو۔ وہ کبھی کسی کا احترام نہیں کرتا تھا۔ پھر بھی بڑا عظیم آدمی تھا۔ دوستوں پر جان دینے والا مجھ پر ان کے کئی بڑے احسانات ہیں۔"

"آپ نے طوق کی تحریر سے کیا اندازہ لگایا؟" فریدی نے موضوع بدل دیا۔

---

[1] طارق کی پُر اسرار شخصیت کی داستان "پراسرار کنواں" میں ملاحظہ فرمائیے۔

"کوئی خاص بات نہیں! جگہ جگہ جنگل اور پہاڑوں کے متعلق اشارے ہیں میرا خیال ہے کہ سنگ اور شیپرڈ بہت کچھ جانتے ہیں۔"

ہوٹل میں ہنگامہ

ایک ہفتہ بعد فریدی اور طارق جنوبی امریکہ کے ایک ملک ایکوڈور کے صدر مقام کیتو کی ایک سرائے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

ان کے ساتھ ایک خوفزدہ لڑکا بھی تھا۔ وہ پچھلی ہی رات کو ہوائی جہاز سے یہاں پہنچے تھے اور ان کی رہنمائی اس نوخیز لڑکے نے کی تھی۔

یہ لڑکا روزا شیپرڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

روزا انہیں پچھلے سات دنوں میں سنگ ہی وغیرہ کی خبریں برابر پہنچاتی رہی تھی اس نے انہیں بتایا تھا کہ سنگ ہی کی پارٹی کیتو کے لئے روانہ ہو رہی ہے۔ طارق لڑکی کو ہمراہ لانے پر تیار نہیں تھا۔ مگر فریدی نے اس کی درخواست منظور کر لی تھی۔

روزا اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھی۔ شاید وہ بہت زیادہ تھک جانے کی وجہ سے سو گئی تھی۔

طارق اور فریدی بھی اپنی اصلی شکلوں میں نہیں تھے۔ طارق مقامی باشندوں کے کسی مذہبی پیشوا کے روپ میں تھا اور اس کا سیاہ نیولا ہر وقت اس کے کاندھے پر سوار رہتا تھا۔ فریدی نے بھی یہاں کے مقامی لوگوں ہی کی سی وضع اختیار کر لی تھی۔

وہ دونوں کافی دیر سے خاموش بیٹھے کافی سے شغل کر رہے تھے۔ سردی کی شدت نے انہیں گرم کپڑے پہننے پر مجبور کر دیا تھا۔ کیتو حالانکہ ٹھیک خط استوا پر واقع ہے۔ مگر سطح سمندر سے نو ہزار فٹ بلند ہونے کی بناء پر سال بھر سرد رہتا ہے۔

"میرا خیال صحیح تھا۔" فریدی کچھ دیر بعد بولا۔

"کیسا خیال؟"

"یہی کہ وہ پہاڑ اور جنگل برازیل کے خطے کے نہیں ہو سکتے۔ انکا نسل کے قدیم لوگ اپنی سرزمین کے علاوہ کسی دوسرے ملک سے واقف نہیں تھے۔ لہٰذا ڈھائی تین ہزار میل کا فاصلہ طے

کر کے برازیل پہنچنا قرین قیاس نہیں۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے.... میں پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ بہت کچھ جانتے ہیں۔ سنگ ہی نے محض اسی لئے ڈاکٹر شیپرڈ پر ڈورے ڈالے ہیں۔ شیپرڈ ساری دنیا میں تنہا آدمی ہے جو تصویری تحریروں کو قریب قریب بالکل صحیح پڑھ سکتا ہے۔"

"اب ہمیں ان پر گہری نظر رکھنی چاہئے۔" فریدی بولا۔

"مگر تم اس لڑکی کو کیوں ساتھ لائے ہو؟ خواہ مخواہ ایک رکاوٹ ساتھ لئے پھر رہے ہو۔"

"آپ جانتے ہیں کہ میرے تین آدمی اُس کے ساتھ ہیں اور انہیں ساتھ لئے پھرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں انہیں رہا کرانے کی کوشش کروں۔ اس طرح سنگ ہی مجھ پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے اور میرے ساتھ ڈاکٹر شیپرڈ کی لڑکی ہے جسے میں بطورِ یرغمال اپنے پاس رکھوں گا۔ ابھی نہیں۔ کسی موقع پر میں ان لوگوں کو یہ بھی یہ بات جتادوں گا.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آدمیوں کو ختم ہی کر دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" طارق اپنے نیولے کو کاندھے سے اتار کر گود میں بٹھاتا ہوا بولا۔ "اب کیا کرنا ہے؟"

"دیکھئے.... یہ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر طوق ہاتھ آ گیا تو میں خزانے وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑوں گا.... میرا سب سے پہلا کام یہ ہوگا میں اسے چلی کی حکومت کے سپرد کردوں۔"

"اگر یہی کرنا ہے تو میرا خیال ہے کہ یہاں کی پولیس اس کے لئے بہت کارگر ثابت ہوگی۔ یہاں سنگ ہی کی دال نہیں گلے گی۔ شمالی امریکہ کی بات اور تھی۔"

"یہ قطعی نامناسب ہے میرے بزرگ۔"

"کیوں....؟"

"یہاں کی حکومت کو اگر اس کا علم ہو گیا تو پھر وہ طوق میرے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔"

"کیوں....؟"

"آپ جانتے ہیں کہ انکا نسل کے لوگوں کی اصل سرزمین یہی ہے۔ یہاں کی حکومت اور حکومت چلی سے ابھی تک اس لاش کے متعلق جھگڑا چل رہا ہے۔ روائتی خزانے کے تذکرے یہاں بھی عام ہوں گے۔"

"لیکن.... یہاں اب انکا نسل کے لوگوں کی حکومت نہیں.... حاکم اسپینی لوگ ہیں۔" طارق نے کہا۔

"کچھ بھی ہو وہ طوق یہاں کی قومی ملکیت ہے۔ لیکن چونکہ وہ چلی سے چرایا گیا تھا اس لئے ہماری حکومت اسے وہیں پہنچانا چاہتی ہے۔"

طارق کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "سنگ ہی کے ساتھ پچیس آدمی ہیں۔"

"میں نے آدمیوں کی تعداد کی کبھی پرواہ نہیں کی۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"بالکل اپنے باپ کی طرح ضدی بھی ہو۔" طارق ہنسنے لگا۔

❀

سنگ ہی کی پارٹی کیتو کے ایک شاندار ہوٹل میں مقیم تھی۔

حمید قاسم اور انور بظاہر آزاد نظر آتے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک بخوبی جانتا تھا کہ اس کی معمولی سی لغزش بھی اسے موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔ سنگ ہی کا رویہ ان کے ساتھ دوستانہ تھا۔ لیکن کم از کم حمید اس کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کسی وقت بھی کوئی ایسی حرکت کر سکتا ہے جس کا گمان تک نہ ہو۔

وہ پُر اسرار لڑکی بھی پارٹی کے ساتھ تھی اور اب قاسم اس میں خاصی دلچسپی لینے لگا تھا۔ لیکن حمید کی سمجھ میں اب تک یہ بات نہیں آئی تھی کہ آخر ان میں اس لڑکی کی موجودگی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

انور اب بھی فریدی ہی کے میک اپ میں تھا۔ سنگ ہی نے ایک بار بھی اس سے یہ نہیں کہا کہ وہ اسے اس کی اصلی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔

ہوٹل کی اسپینی خادمائیں قاسم کے لئے بڑی کشش رکھتی تھیں کیونکہ وہ سب تندرست اور مضبوط ہاتھ پیر کی عورتیں تھیں۔

قاسم، انور اور حمید ایک ہی کمرے میں تھے لیکن ان کی کڑی نگرانی ہوتی تھی۔ اس کے باوجود بھی حمید نے کئی بار یہ رائے ظاہر کی کہ لڑ بھڑ کر نکل ہی چلنا مناسب ہوگا۔ لیکن انور نے اسے منظور نہیں کیا۔ وہ ہر بات پر یہی جواب دیتا تھا کہ "یہ بھی اسکیم ہی کا ایک حصہ ہے۔"

اور حمید کو لفظ "اسکیم" سے اتنی چڑ ہو گئی تھی کہ اسے سنتے ہی اس کی زبان کی نوک پر کئی

گندی سی گالیاں مچلنے لگتی تھیں۔

وہ اس وقت بھی انور سے لڑ جھگڑ کر بیٹھا تھا۔ ہوٹل میں کئی قسم کی تفریحات موجود تھیں لیکن آج وہ شدت سے بور تھا۔

انور اور قاسم شاید ڈائننگ ہال میں تھے۔

حمید کافی دیر سے کمرے میں بیٹھا نکل بھاگنے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ اسے یہ بھی محسوس نہ ہو سکا کہ ریکھا کب کمرے میں داخل ہوئی۔ حمید کی پشت دروازے کی طرف تھی۔

"آپ یہاں تنہا ہیں؟"

وہ ریکھا کی آواز پر چونک کر مڑا۔

"آؤ.... آؤ....!" اس نے کہا۔

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کرو! ہمارے پاس فی الحال باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

"میں اس دن جہاز پر آپ کو بتانا چاہتی تھی کہ میں نے ایک بات آپ سے چھپائی تھی۔ اس کا مقصد خود میری سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔"

"ہوں.... میں سننا پسند کروں گا۔"

"شروع میں جب وہ مجھے صفدر آباد سے لائے تھے تو مجھے آپ دونوں کی تصویریں دکھائی گئی تھیں۔ وہ دوسرے صاحب یعنی فریدی کی.... اور تصویر دکھاتے وقت سیلرس کلب کا مالک مجھ سے کہا کرتا تھا کہ ان دونوں کو مار ڈالنا.... زندہ چھوڑنا.... اس کا یہ روز کا معمول تھا.... وہ ان دو جملوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتا تھا.... میں پہلے تو اسے اس کا مقصد پوچھنا چاہا لیکن اس نے ان جملوں کے علاوہ کبھی اور کچھ نہیں کہا۔"

"تو غالباً اب مقصد تم پر واضح ہو گیا ہو گا۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"قطعی نہیں.... بالکل نہیں.... اگر وہ میری ایک کمزوری یا بیماری سے فائدہ اٹھا کر آپ دونوں کو میرے ہاتھوں قتل کرانا چاہتے تھے تو پھر اس خنجر نما کھلونے کا کیا مقصد تھا۔ اس صورت میں تو انہیں اصلی خنجر یا ریوالور اس بیگ میں رکھنا چاہئے تھا۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "پھر وہ تمہارا پاسپورٹ.... اور ان لوگوں سے

نیویارک ہی میں ملاقات ہوئی.... خیر یہ بھی کچھ نہیں.... تشویش کی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں کیوں ساتھ لئے پھر رہے ہیں۔"

"وہ سور کا بچہ چینی کہتا ہے کہ تم میری رانی ہو۔ میں ایک بہت بڑے خزانے کی تلاش میں ہوں۔ اس کے ملتے ہی تم سے شادی کرلوں گا۔"

"لیکن رانی کے لئے ضروری تو نہیں کہ وہ بھی اس کے ساتھ جھک مارتی پھرے۔"

"پھر بتائیے میں کیا کروں....؟"

"مزہ کرو.... وہ تمہیں رانی بنائے گا۔"

"مجھے اس کی صورت سے گھن آتی ہے۔"

"صورت دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے.... خزانہ....!"

"جہنم میں گیا خزانہ.... میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"خدا کے لئے اب ہو بھی جاؤ۔ بہت دنوں سے سن رہا ہوں ورنہ پھر میری کپتانی بن جاؤ۔ رانی بنانے کی حیثیت تو نہیں رکھتا.... وغیرہ وغیرہ....!" حمید خاموش ہو گیا۔

پھر یک بیک اس طرح اچھل پڑا جیسے موجودہ مشکلات کا کوئی حل سامنے آگیا ہو۔

ریکھا اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"بس کام بن گیا۔" حمید چٹکی بجا کر بولا۔ "ذرا اور قریب آؤ۔ کیا تم سچ مچ پاگل بن سکتی ہو؟"

"حمید صاحب! میرا مذاق نہ اڑائیے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو.... اگر تم پاگل بن جاؤ تو سارا کام بن جائے۔ آج رات کا کھانا کھاتے وقت ڈائننگ ہال میں ہلڑ مچا دو۔ سنگ ہی راز داری سے کام لے رہا ہے اور اس کا گروہ بڑا منظم ہے۔ اگر تم پاگل بن گئیں تو لوگوں کی توجہ تمہاری طرف مبذول ہو جائے گی اور یہ چیز پوری پارٹی کو بدحواسی میں مبتلا کر دے گی۔ تمہیں پاگل خانے تک پہنچانے کے لئے پولیس آجائے گی اس کے بعد میں سب دیکھ لوں گا.... بولو منظور ہے۔"

ریکھا نے فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "تجویز معقول ہے لیکن اگر میں سچ مچ پاگل خانے پہنچ گئی تو....؟"

"اسے میں سنبھال لوں گا کہتا تو ہوں.... تم یہ بھی جانتی ہو کہ ہم لوگ کون ہیں لیکن

خبردار.... اس کے متعلق کسی کو بھی نہ بتانا.... میرے دونوں ساتھیوں سے بھی اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھا.... لیکن نتیجہ کے آپ ذمہ دار ہوں گے میں تو اس قدر تنگ آگئی ہوں کہ سب کچھ کر گزروں گی۔"

"میں پھر کہتا ہوں کہ تم نتیجے کی فکر مت کرو۔" حمید بولا۔

"لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا....؟"

"چیخنا.... توڑ پھوڑ.... تمہارے دل میں کسی بھی چیز کیلئے ذرہ برابر درد نہ ہونا چاہئے.... ڈائننگ ہال میں ایسی سینکڑوں چیزیں ہیں۔ میزیں الٹ دینا۔ جو چیز ہاتھ میں آجائے وہی مجمع پر کھینچ مارنا۔"

"بڑا مشکل کام ہے۔"

"جان بچانے کے لئے سب کچھ آسان ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس سفر میں تمہاری شمولیت کا کیا مقصد ہے۔"

"کیا مقصد ہے؟" ریکھا تھوک نگل کر بولی۔

"کیا تم نے دفینوں کی بھینٹ کے متعلق کبھی کچھ نہیں سنا....؟"

"میں نے سنا ہے.... لیکن....!"

"لیکن ویکن کچھ نہیں.... کیا تم اپنے والدین کی.... اکلوتی لڑکی ہو....؟"

"نہیں.... قطعی نہیں۔"

"پھر کوئی اور بات ہوگی.... ہاں ٹھیک ہے.... دفینے کی بھینٹ نہیں.... مجھے اس قبیلے کے متعلق تو یاد ہی نہیں رہا جس کے افراد عورت کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔"

"نہیں....!" ریکھا کانپ کر ہذیانی انداز میں چیخی۔

"ارے چپ چپ.... غل غپاڑہ مت مچاؤ.... وہ تمہیں اس قبیلے کو رشوت کے طور پر پیش کر کے اس کی سرحد پار اُتر جائیں گے ورنہ تم خود سوچو کہ ایسے سفر میں عورت کا کیا کام.... پھر پتہ نہیں وہ تمہیں مسلم بھون کر کھائیں یا کچا ہی چبائیں.... خدا کی پناہ۔"

"نہیں.... نہیں....!" ریکھا بُری طرح کانپ رہی تھی۔ "میں تمہارا کہنا مانوں گی....!"

رات بہت سرد تھی۔

لیکن اس بڑے ہوٹل کا ڈائننگ ہال سنٹرل ہیٹنگ کی وجہ سے گرمایا ہوا تھا۔ ہر طرف سریلے قہقہے فضا میں ابھر رہے تھے اور آرکسٹرا نے ہلکے سروں میں ایک لطیف نغمہ چھیڑ رکھا تھا۔

ہال میں کہیں بھی کوئی میز خالی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

ریکھا کی میز پر سنگ ہی.... بڑی مونچھوں والا خوفناک آدمی اور شیپرڈ تھے۔

اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر انور، قاسم اور حمید تین مختلف میزوں پر تھے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ سنگ ہی کے تین تین مسلح آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ بظاہر شریف صورت تھے لیکن ان میں سے شاید ہی کوئی رہا ہو جس کے جیب میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور نہ موجود ہو۔

اچانک ہال میں ریکھا کی چیخ گونجی۔ اس نے شوربے کی پلیٹ ڈاکٹر شیپرڈ کے منہ پر کھینچ ماری تھی۔ پھر اس نے میز بھی الٹ دی۔ وہ ہسٹریائی انداز میں چیخ رہی تھی اور ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ بھی چل رہے تھے جو خالی نہیں ہوتے تھے۔ ان میں سے ہر بار کوئی نہ کوئی چیز نکل کر کسی کے لگتی ضرور تھی۔ گلاس.... چمچے.... کانٹے.... چھریاں.... پلیٹیں.... گلدان فضا میں تیرتے پھر رہے تھے۔

پھر اتنا شور ہوا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

"یہ کالی عورت کون ہے؟"

"نشے میں ہے۔"

"مارو.... پکڑو....!"

"سارے کالوں کو پکڑلو۔"

"پولیس.... پولیس....!"

"ارے میری ناک....!"

"ارے میرا سر....!"

"مارو.... پکڑو....!"

"پولیس.... پولیس....!"

"بھاگو...." حمید قاسم اور انور کو جھنجھوڑ کر بولا۔"ورنہ ایک بھی کالا زندہ نہ بچے گا۔"

واقعی ان پر چاروں طرف سے یورش ہو گئی تھی۔

سنگ ہی کے ساتھیوں نے فائر کئے۔

اس پر اور زیادہ اودھم مچ گیا۔

وہ تینوں کسی نہ کسی طرح دروازے تک پہنچ گئے۔

قاسم اس وقت سچ مچ ان کی ڈھال بنا ہوا تھا۔ اگر وہ لوگوں کو اچھال اچھال کر راستہ نہ بناتا تو وہ قیامت تک دروازے کے قریب نہیں پہنچ سکتے تھے۔

باہر نکل کر وہ ایک طرف دوڑتے چلے گئے لیکن وہ اپنے پیچھے بھی قدموں کی آواز سن رہے تھے۔ تعاقب کرنے والا شاید تنہا ہی تھا اور وہ ایک سنسان راستے پر دوڑ رہے تھے۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو...." تعاقب کرنے والا اردو میں چیخا۔"میں دشمن نہیں ہوں.... رک جاؤ.... ورنہ مارے جاؤ گے۔"

وہ رک کر مڑے اور انور نے آنے والے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی ان کے سامنے ایک دراز قد بوڑھا کھڑا تھا اور اس کے کاندھے پر ایک بڑا سا نیولا سوار تھا۔

حسن اتفاق

"ٹارچ بجھا دو....!" نووارد نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں تعمیل کی گئی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا یہ فریدی ہے۔ مگر نہیں اگر اس کی یادداشت دھوکا نہیں دے رہی ہے تو وہ اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہے۔

"میرے ساتھ آؤ....!" نووارد بولا۔

"آپ کون ہیں....؟" انور نے پوچھا۔

"دشمن نہیں ہوں.... جو کچھ میں کہوں کرتے جاؤ.... ورنہ مصیبت میں پڑو گے.... میں فریدی کا دوست ہوں۔"

وہ ایک طرف اندھیرے میں چلنے لگے۔ ہوٹل اب بھی زیادہ دور نہیں تھا۔ اس لئے انہیں

شور و غل کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔

"ٹھہرو.....!" تھوڑی دور چلنے کے بعد نووارد نے کہا۔ "تم سب ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑلو..... اور ایک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر..... ادھر نشیب میں چلے آؤ..... روشنی کی ضرورت نہیں۔"

راستہ بڑا خراب تھا۔ وہ سب نشیب میں اترنے لگے۔

نووارد آگے تھا۔ دفعتاً اس کے نیولے نے ایک بہت ہی تیز اور کریہہ قسم کی آواز نکالی۔

اور پھر حمید کو یک بیک یاد آ گیا اس نے اس آدمی کو کہاں دیکھا تھا۔

"طارق صاحب" اس نے آہستہ سے کہا۔ "دیر سے پہچاننے پر مجھے افسوس ہے۔"

"میک اپ کے باوجود بھی پہچان لیا۔" طارق نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"آپ کی آنکھیں جو ہزاروں میں پہچانی جا سکتی ہیں۔"

"لیکن یہ یک بیک ہوا کیا؟" طارق نے پوچھا۔

"لڑکی پاگل ہو گئی۔" قاسم بڑبڑایا۔ "وہ بہت دنوں سے کہہ رہی تھی کہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"ذرا ٹارچ روشن کیجئے۔" طارق بولا۔ "میں ٹھیک ہی آیا ہوں۔ غالباً غار کا دہانہ یہی ہے۔"

ٹارچ روشن کی گئی۔ پھر دوسرے لمحے وہ ایک غار میں اُتر رہے تھے۔ غار بہت زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی باہر کی سردی کے مقابلے میں نسبتاً آرام دہ معلوم ہوتا تھا۔

"آپ لوگ یہیں ٹھہریئے..... تاکہ میں فریدی کو مطلع کردوں..... وہ فکر مند ہوگا..... اور ان لوگوں میں سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ انہوں نے فائرنگ کر کے اچھا نہیں کیا۔"

طارق چلا گیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

پھر انور نے پوچھا۔

"یہ کون تھا.....؟"

"طارق.....!" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "فریدی صاحب کے والد کے دوستوں میں سے ہے اور انتہائی پُر اسرار..... سارا جنوبی امریکہ اس کا چھانا ہوا ہے..... یہاں کی زبانوں پر اسے قدرت حاصل ہے۔"

"کرتا کیا ہے؟"

"سیاحی اور دفینوں کا چکر.... کافی دولت مند ہے.... مستقل قیام نیویارک میں رہتا ہے۔ مگر فریدی صاحب کی دور اندیشی کی داد دینی پڑتی ہے.... اس مہم کے لئے طارق سے زیادہ مناسب آدمی ملنا دشوار تھا۔"

"پتہ نہیں اس بیچاری کیا کیا حشر ہوا۔" قاسم بڑبڑایا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "مگر اس طارق کے کاندھے پر بلی کیوں سوار رہتی ہے؟"

"بلی نہیں.... نیولا تھا....!" حمید نے کہا۔ "اس نسل کا نیولا صرف انہیں اطراف میں پایا جاتا ہے.... اسے یہاں شکا کہتے ہیں .... کچھ قومیں اسے متبرک سمجھ کر پوجتی ہیں۔"

حمید نے پائپ سلگا لیا تھا۔

وہ پھر خاموش ہو گئے۔

کچھ دیر بعد انور نے کہا۔ "آخر یہ یک بیک ہوا کیا؟"

"یہ ساری باتیں تمہاری سمجھ سے بہت اونچی ہیں۔" حمید نے اکڑ کر کہا۔

"کیا مطلب....!"

"اسی لئے تو نہیں بتانا چاہتا کہ تمہیں مطلب بھی سمجھانا پڑے گا۔"

"تو کیا یہ تمہاری حرکت تھی؟"

"حرکت....!" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "اگر میں یہ حرکت نہ کرتا تو تم جہنم رسید ہو چکے ہوتے میں تمہیں اتنا چغد نہیں سمجھتا تھا۔"

"ہوں.... تم سمجھتے ہو کہ تم نے کیا کیا ہے۔" انور تیز لہجے میں بولا۔

"تمہیں بیوہ کیا ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "اب میرا دماغ مت چاٹو۔"

"مجھے نیند آرہی ہے۔" قاسم نے جماہی لے کر کہا۔ "اگر کسی نے شور مچایا تو گلا گھونٹ دوں گا.... انور بھائی! تم رشیدہ صاحبہ کو بھی ساتھ کیوں نہیں لائے۔"

انور خاموش ہو گیا۔

حمید ہنس پڑا۔

"رشیدہ....!" اس نے کہا۔ "کیا اب بھی تمہیں اس سے عشق ہے۔"

"ارے لاحول.... ہپ.... کیا گڑبڑ.... حمید بھائی.... میں ایسا مذاق پسند نہیں کرتا۔"

قاسم بوکھلا گیا۔

انور اس پر بھی کچھ نہ بولا۔ شاید وہ حمید سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے غار کے دہانے پر قدموں کی آوازیں سنیں اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ باہر سے ٹارچ کی روشنی اندر رینگ آئی۔ آنے والے تین تھے۔ ٹارچ پھر بجھا دی گئی۔ وہ ان کے چہرے نہ دیکھ سکے۔

"جگہ تو خاصی ہے۔" انہوں نے اندھیرے میں فریدی کی آواز سنی۔

پھر کسی نے دیا سلائی جلا کر دو موم بتیاں روشن کر دیں ان کے سامنے تین آدمی کھڑے تھے۔ ایک تو طارق تھا جسے حمید نے اس کی غیر معمولی طور پر چمکدار آنکھوں کی بناء پر پہلے ہی پہچان لیا تھا۔

دوسرا یقیناً فریدی تھا لیکن نہ تو اسے حمید پہچان سکا اور نہ انور۔ ویسے وہ قیاساً کہہ سکتے تھے کہ وہ فریدی ہی ہوگا۔ تیسرا ایک نوخیز لڑکا تھا جس کی عمر بظاہر سولہ سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ان کے سروں پر نمدے کے ہیٹ تھے اور جسموں پر ہاتھ کے بنے ہوئے اونی لبادے ان کے جوتے بھی بدوضع اور بے ہنگم تھے۔

"جو کچھ بھی ہوا بہت بُرا ہوا طارق صاحب۔" فریدی پتھر کے بڑے ٹکڑے پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"اور اس کی تمام تر ذمہ داری حمید پر ہے۔" انور بول پڑا۔

"کیوں حمید نے کیا کیا...؟"

"اسی سے پوچھئے...!"

"تو تمہیں بتا دو نا...!" فریدی جھنجھلایا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ لڑکی بن رہی تھی۔" انور نے کہا۔

"لہٰذا... یہ حمید کی حرکت ہے...!" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔ "وہ شیطان بن کر اس کے قالب میں حلول کر گیا تھا۔"

"نہیں جناب۔" قاسم نے کہا۔ "وہ تو عرصے سے کہہ رہی تھی کہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے سوچا تھا کہ جس وقت میں اپنا یہ کارنامہ فریدی کے سامنے دہراؤں گا تو وہ عش عش

کر اٹھے گا۔ لیکن اب نقشہ بدلتے دیکھ کر اس نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔

"کچھ بھی ہو۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "یہ اچھا نہیں ہوا۔ ابھی تک وہ میری نظروں میں تھے.... مگر اب میں بالکل اندھیرے میں ہوں۔ اب چونکہ انہیں یہاں والوں کی نظروں سے بھی پوشیدہ رہنا پڑے گا اس لئے وہ بہت زیادہ احتیاط سے کام لیں گے سنگ ہی اور اس کے خاص آدمی صاف نکل گئے.... دو فساد کے دوران میں ہلاک ہوئے اور آٹھ پکڑ لئے گئے ہیں.... ان میں قریب قریب سارے آدمی امریکن ہیں.... سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے.... نہ تو کوئی پکڑا جاسکا.... اور نہ مارا ہی گیا۔"

"اور ڈاکٹر....؟" انور نے پوچھا۔

"وہ بھی نکل گیا.... اور سب سے زیادہ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ لڑکی کا بال بھی بیکا نہ ہو سکا.... وہ اس کے چاروں طرف چٹان کی طرح جم گئے تھے۔"

"آخر یہ لڑکی ہے کیا بلا....؟" حمید بڑبڑایا۔

فریدی نے اس بات کا جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

"مجھے دراصل تم لوگوں کی فکر تھی ورنہ سنگ ہی میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتا تھا۔"

"لیکن آخر ہمیں اس طرح جھونک دینے کا مقصد کیا تھا....؟" حمید نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ میں ان لوگوں پر نظر رکھ سکوں۔ شاید تم واقف نہیں ہو کہ مجھے سنگ ہی کی اسکیموں کا علم قریب قریب پہلے ہی سے تھا۔"

پھر فریدی نے اپنی اور روزا کی قلمی دوستی کے متعلق سب کچھ دہراتے ہوئے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شبہ ہوا تھا کہ سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ مل گئے ہیں۔"

"چلئے مانتا ہوں۔" حمید نے کہا۔ "لیکن اگر وہ ہمیں ٹھکانے لگا دیتے تو؟"

"مجھے کچھ دنوں بعد صبر آجاتا۔" فریدی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور روزا کے علاوہ سب ہنس پڑے۔

گفتگو چونکہ اردو میں ہو رہی تھی اس لئے وہ بے تعلقانہ انداز میں الگ بیٹھی اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"اس سوال کا جواب سنجیدگی سے دیجئے۔" حمید دوسروں کے قہقہوں کی پرواہ نہ کرتے

ہوئے بولا۔

''سنجیدہ ترین جواب یہ ہے کہ تمہیں زندہ رہنا تو ہے نہیں۔ کبھی نہ کبھی مرنا ہی پڑے گا۔''

''اچھا تو یہی بتا دیجئے کہ ہم لوگ زندہ کیوں ہیں....؟''

''بے حیائی ہے تمہاری۔'' فریدی بولا اور ایک بار پھر قہقہہ پڑا۔ لیکن حمید نے فریدی کو اس قسم کے موڈ میں پہلی بار دیکھا تھا۔ بہر حال اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ فریدی سب کے سامنے اس کے متعلق گفتگو کرنے سے احتراز کر رہا ہے۔

روزا بہت زیادہ پریشان نظر آنے لگی تھی۔ اس نے فریدی سے کہا۔''بتاؤ میں کیا کروں ڈیڈی خطرے مین ہیں۔''

نہ صرف حمید بلکہ انور اور قاسم بھی اس کی آواز سن کر چونک پڑے۔

''جب میری نظر ان لوگوں پر نہیں پڑ سکتی تو تمہیں مطمئن ہی رہنا چاہئے۔'' فریدی نے کہا۔''گھبراؤ نہیں.... سنگ ہی اس وقت تک ان کی حفاظت کرے گا جب تک کہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائے۔''

''اب حمید کو اچھی طرح یقین ہو گیا کہ وہ روزا شیپرڈ ہی ہے اور اپنے باپ کے لئے فکر مند ہے۔'' اس خیال سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا کہ اب بھی ایک خوبصورت لڑکی اس کی ہم سفر ہو گی۔

اچانک اس نے طارق سے پوچھا۔

''کوٹی کی زیارت گاہ کہاں ہے؟''

''کیوں....؟'' طارق اس کی طرف مڑا۔

''سنگ ہی اپنی پارٹی سمیت وہیں جانے کے لئے انتظامات کر رہا تھا۔''

''کوٹی کی زیارت گاہ۔'' طارق اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بہت زیادہ پُر جوش نظر آرہا تھا لیکن جلد ہی پھر پرسکون دکھائی دینے لگا۔ پھر آہستہ سے بیٹھتا ہوا بولا۔''کیا؟اس کا علم عام طور پر لوگوں کو تھا یعنی میرا مطلب ہے کہ ہوٹل والے اس سے واقف تھے؟''

''سب کو علم تھا.... اس نے کئی درجن باربردار مہیا کئے تھے۔''

''تب تو ہرگز اُدھر نہیں جا سکتے۔'' طارق نے کہا۔

''کیوں....؟''

"زیارت گاہ کے راستوں کی نگرانی شروع ہو جائے گی۔ فی الحال یہاں سے ان کا نکلنا ناممکن ہے۔"

کچھ دیر کے لئے پھر سکوت طاری ہو گیا۔ ہر شخص اپنے طور پر کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"کوٹی کی زیارت گاہ....!" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے طارق کے چہرے پر نظر جما کر کہا۔ "اس کی کیا اہمیت ہے؟"

"مشرقی اترائی میں ایک قدیم زیارت گاہ ہے۔ لوگ تفریحاً بھی وہاں جاتے ہیں لیکن اس کے بعد ہی سے اُن خطرناک جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ جن کی طرف رخ کرنے کی بھی ہمت نہیں پڑتی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی۔

اچانک قاسم نے ایک انگڑائی لی اور بھرائی ہوئی آواز میں کچھ بڑبڑاتا ہوا روزا کو گھورنے لگا۔

"اب یہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔" فریدی بولا۔ پھر اس نے حمید وغیرہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "رات تمہیں اسی غار میں بسر کرنی پڑے گی۔"

"آپ لوگوں میں سے تو کسی نہ کسی کو یہاں ٹھہرنا ہی پڑے گا۔" حمید نے روزا کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"شش....!" اچانک فریدی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ غالباً یہ خاموش رہنے کا اشارہ تھا۔

وہ چند لمحے کچھ سنتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "کوئی اِدھر آرہا ہے۔" پھر اس نے ہاتھ کے جھٹکے سے دونوں مومی شمعیں بجھادیں۔

بقیہ لوگوں نے کسی قسم کی آہٹ نہیں سنی تھی۔

حمید نے اسے فریدی کی وحشت ہی سمجھا تھا۔

لیکن چند ہی لمحات کے بعد اسے اپنا خیال بدل دینا پڑا۔ وہ کئی قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔

لیکن چلنے والے بہت دور معلوم ہو رہے تھے۔ پھر آہٹیں آہستہ آہستہ قریب ہوتی گئیں۔

"خواہ وہ کوئی بھی ہوں ان تینوں کو چھپ جانا چاہئے۔" طارق نے کہا۔ "ادھر داہنی طرف ایک کافی گہرا نشیب ہے.... جلدی کرو۔"

فریدی نے ٹارچ روشن کرلی اور قاسم، انور اور حمید نشیب میں اتر گئے۔ پھر فریدی نے مومی شمعیں دوبارہ روشن کر دیں۔

آنے والے شاید غار کے دہانہ پر رک گئے۔

پھر کسی نے باہر سے چیخ کر کچھ کہا.... جس کا جواب طارق نے اندر سے دیا۔ لیکن یہ زبان فریدی کے لئے نئی تھی۔

تین آدمی غار میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور یہ یہیں کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔

طارق کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔

اور پھر فریدی نے محسوس کیا جیسے وہ اس سے خائف ہوں.... اس کا احترام کرتے ہوں.... وہ تھوڑی دیر تک طارق سے گفتگو کرتے رہے پھر باہر نکل گئے۔

جب قدموں کی آوازیں بہت دور ہو گئیں تو طارق فریدی کی طرف مڑا۔

"وہ سنگ اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"لیکن.... آپ کے ساتھ ان کا رویہ....!"

"اوہ....!" طارق مسکرا کر اپنے نیولے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "یہ سب شکالی کا کمال ہے.... یہاں کے مقامی باشندے اسے مقدس سمجھتے ہیں.... اور صرف ان کا مذہبی پیشوا ہی اسے پال سکتا ہے.... میں نے انہیں بتایا کہ ہم مسافر ہیں اور سردی سے بچنے کے لئے ہم نے اس غار میں پناہ لی ہے.... اس پر انہوں نے ہمارا میزبان بننے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے انکار کر دیا۔"

"مگر میں حمید وغیرہ کے لئے سوچ رہا ہوں.... انہیں کس طرح بچایا جائے.... سنگ ہی کی پارٹی میں ان کا بھی شمار ہوتا تھا۔"

"میک اپ....!" طارق بولا۔

"ہو سکتا ہے.. مگر قاسم ایک اچھا خاصا اشتہار ہے.... ہوٹل ہی میں وہ نظروں پر چڑھ گیا ہوگا۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو.... جب تک شکالی میرے شانے پر سوار ہے، متفکر ہونے کی ضرورت نہیں.... تم اسی وقت جا کر سرائے سے میک اپ کا سامان لے آؤ.... اور ہاں اپنے ساتھیوں سے کہہ دو کہ وہ جہاں ہیں فی الحال وہیں رہیں.... یہاں نہ آئیں.... ہو سکتا ہے کہ دوسری ٹولی ان کی تلاش میں آ رہی ہو.... مگر نہیں.... ٹھہرو.... اگر راستے میں کسی سے مڈ بھیڑ ہو گئی تو....؟"

"اوہ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "آپ میری فکر نہ کیجئے.... میں یہاں کی زبان نہیں جانتا

تو کیا ہوا.... گونگے دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں پائے جاتے ہیں آپ کا یہاں موجود رہنا بہت ضروری ہے۔"

پھر فریدی باہر جانے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ دو تین آدمی بے تحاشا غار میں گھس آئے.... وہ اس طرح ہانپ رہے تھے جیسے اب تک کوئی درندہ ان کا تعاقب کر تا رہا ہو۔

ان میں سے ایک نے ریوالور نکال کر فریدی وغیرہ کی طرف تان لیا اور ساتھ ہی اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔

ریوالور نکالنے والا سنگ ہی تھا۔

فریدی نے بقیہ دو آدمیوں کو بھی پہچان لیا۔

ان میں سے ایک تو ڈاکٹر شیپرڈ تھا اور دوسرا بڑی مونچھوں والا بھاری بھرکم آدمی.... جو سنگ ہی کے ساتھ مشرق ہی سے آیا تھا۔ اس کے کاندھے پر ریکھا غالباً بیہوش پڑی تھی۔

فریدی روزا کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ اس نے اس کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔ "خبردار.. تمہارا انداز بالکل بے تعلقانہ ہونا چاہئے۔"

شکار اور شکاری

طارق مقامی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا۔

"سنگ! ریوالور رکھ لو....!" ڈاکٹر شیپرڈ نے انگریزی میں کہا۔ "یہ لوگ بے ضرر قسم کے کسان ہیں.... غالباً شب بسری کے لئے یہاں رکے ہیں، انہیں خوفزدہ کرنے کی بجائے اپنا مددگار بناؤ۔"

پھر اس نے آدھی اسپینی اور آدھی انگریزی میں طارق سے گفتگو کرنے کی کوشش کی۔

طارق بے دھڑک اسپینی بولنے لگا۔

یہ زبان فریدی بھی سمجھتا تھا۔

طارق نے کہا۔ "میں کوٹی کی زیارت گاہ کا ایک پجاری ہوں۔ میری طرف دشمن کی نگاہ سے دیکھ کر زندہ نہ رہ سکو گے.... تم ہو کون؟"

"ہم مسافر ہیں۔" شیپرڈ بولا۔ "ہمارے چند دشمن ہمارے تعاقب میں ہیں ان سے بچنے کے لئے ہم یہاں آگئے ہیں.... ہم آپ کے دشمن نہیں.... ریوالور اس لئے نکالا گیا تھا کہ کہیں

آپ لوگ شور نہ مچادیں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔" فریدی اسپینی میں بولا۔ "تم بالکل پریشان نہ ہو.... ابھی ابھی ہم نے تین آدمیوں کو پناہ دی ہے۔ وہ بالکل گونگے ہیں۔ یا پھر ہم ان کی زبانیں نہیں سمجھ پاتے۔"

"کہاں ہیں....؟" ڈاکٹر شیپرڈ جلدی بولا۔

"ٹھہرو.... میں انہیں لاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور نشیب میں اُتر گیا۔

اس کے جاتے ہی ڈاکٹر شیپرڈ نے گفتگو کا ماحصل سنگ ہی کو انگریزی میں بتادیا۔

طارق اس دوران میں انہیں اس طرح گھورتا رہا جیسے وہ دو عدد گونگے آدمیوں کو عجیب قسم کی آوازیں نکالتے سن رہا ہو۔

"تم لوگ انگریزی سمجھتے ہو؟" دفعتاً ڈاکٹر نے طارق کی طرف مڑ کر اسپینی میں سوال کیا۔

طارق نے نفی میں سر ہلا دیا۔

ڈاکٹر شیپرڈ کے چہرے پر مسرت کے آثار ابھر آئے۔ اس نے سنگ ہی سے انگریزی میں کہا۔ "قدرت مہربان معلوم ہوتی ہے.... اگر اس بوڑھے سے کسی طرح یہ نیولا حاصل کر لیا جائے تو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں۔"

"میں نہیں سمجھا...." سنگ ہی پلکیں جھپکاتا ہوا بولا۔

"یہ مقدس نیولا ہے.... اسے یہاں کے مذہبی پیشواؤں کے علاوہ اور کوئی نہیں پال سکتا۔ یہ بوڑھا بھی کوئی مذہبی پیشوا معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن مشکلیں کس طرح آسان ہوں گی۔"

"ہم میں سے کوئی ایک یہ نیولا اپنے ساتھ رکھے گا اور ہم بخیر و خوبی کوٹی کی زیارت گاہ تک پہنچ جائیں گے۔"

"محض اس نیولے کی وجہ سے۔" سنگ ہی نے تحیر آمیز انداز میں پوچھا۔

"ہاں.... ہم سب یہاں کے مقامی زائرین کی سی وضع اختیار کر لیں گے۔ ہم میں سے کوئی ایک مذہبی پیشوا بن جائے گا۔"

"خیال اچھا ہے....!" سنگ ہی سر ہلا کر رہ گیا۔

فریدی.... حمید، انور، قاسم کو ساتھ لے کر واپس آگیا۔

"اَخاہ....!" سنگ ہی طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ "آپ لوگ ہیں۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ دوبارہ ملاقات ہو سکے گی۔"

حمید نے اس پر ریوالور نکالنے کی بڑی اچھی ایکٹنگ کی حالانکہ اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ لیکن اس کا ہاتھ جیب میں جانے سے پہلے ہی سنگ ہی کا ریوالور نکل آیا۔

"ہرگز نہیں....!" وہ مسکرا کر بولا۔ "تم اب بھی میرے قبضے میں ہو۔"

حمید، انور اور قاسم نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔

"میں نہیں سمجھا یہ کیا معاملہ ہے۔" طارق اپنی زبان میں بڑبڑایا۔

"اوہ مقدس بزرگ....!" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "یہ ہمارے ادنیٰ غلام ہمارے مخالف ہو گئے ہیں۔ محض اس بات پر کہ ہم کوٹی کی عظیم روح سبوتا کی خدمت میں حاضری کیلئے جا رہے ہیں۔"

"مگر تم آسانی مذہب کے پیروکار معلوم ہوتے ہو۔"

"پھر کیا ہوا.... ہم سبوتا سے عقیدت رکھتے ہیں.... وہ سبوتا جو پتھروں کی خالق ہے.... جس کی گود سے چشمے پھوٹتے ہیں.... جس نے آگ اگلنے والے پہاڑ پر اپنا سایہ ڈال کر ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا.... جس نے آگ کے دیوتا جارس کو اس کے تخت سے کھینچ کر نیچے پھینک دیا تھا.... ہم اس پر اسے بھینٹ چڑھائیں گے۔"

ڈاکٹر شیپرڈ نے بڑی مونچھوں والے آدمی کے کاندھے پر پڑی ہوئی بیہوش لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا یہ سچ ہے....؟" طارق نے تالی بجا کر کہا اور آسمان کی طرف اپنے ہاتھ جوڑ لئے۔

"حقیقت ہے مقدس بزرگ....!" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔ "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسا رہنما ہمیں اس طرح غیر متوقع طور پر مل گیا۔"

"تمہارے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔" فریدی بولا۔ پھر حمید وغیرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ان کے لئے جو کچھ کہو کیا جائے۔"

"ہم انہیں بھی سبوتا جیسی عظیم روح پر قربان کریں گے۔"

"واہ واہ....!" طارق نے اس بار تین مرتبہ تالی بجائی اور اپنے ہاتھ پہلے ہی کی طرح آسمان کی طرف اٹھا کر جوڑ لئے۔

فریدی نے انور، حمید اور قاسم کی ٹائیاں کھول کر ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔

"ہمارے ستارے پھر موافق معلوم ہوتے ہیں۔" سنگ ہی نے شیپرڈ سے انگریزی میں کہا۔

"اب تم لوگ آرام سے بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے ان لوگوں سے اسپینی میں کہا۔

"ہم تمہاری اچھی طرح حفاظت کریں گے۔" وہ سب بیٹھ گئے۔

بڑی مونچھوں والے نے لڑکی کو زمین پر لٹا دیا۔

"مگر...." ڈاکٹر شیپرڈ سنگ ہی کی طرف مڑ کر بولا۔ "مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ تینوں انہیں ہمارے متعلق کچھ بتا نہ دیں۔"

"اوہ.... ناممکن..!" سنگ نے مسکرا کر کہا۔ "یہ لوگ اسپینی کے علاوہ شاید اور کوئی زبان نہیں سمجھ سکیں گے.... کیا خیال ہے؟"

"ہے تو ایسا ہی!" شیپرڈ سر ہلا کر بولا اور کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے طارق کو مخاطب کیا.... "مقدس بزرگ! ہم لوگ شاید آپ کی مقدس زیارت گاہ تک نہ پہنچ سکیں۔"

"کیوں؟ کس لئے؟" طارق نے حیرت سے کہا۔

"ان تینوں آدمیوں کی بدولت ہم پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے۔"

"کیا ہوا....؟" طارق نے پُر وقار انداز میں آہستہ سے پوچھا۔

"ہم لوگ یہاں ایک ہوٹل میں مقیم تھے.... گانکس ہوٹل.... ان تینوں نے اس لڑکی کو شراب پلا کر وہاں ہنگامہ برپا کرا دیا۔ اس پر یہاں کے لوگوں نے ہمارے آٹھ آدمی پکڑ لئے اور دو کو جان سے مار دیا.... ہوٹل والوں کو معلوم تھا کہ ہم کوٹی کی زیارت گاہ کی طرف جائیں گے.... اب آپ جانتے ہیں کہ کیا ہوگا.... وہ لوگ تمام راستوں کی نگرانی شروع کر دیں گے.... آہ.... شاید ہم زیارت سے محروم رہ جائیں۔"

"ہرگز نہیں....!" طارق جوش میں کھڑا ہو گیا۔ "کوٹی کی عظیم روح سبوتا اپنے بچوں کو مایوس نہیں کرے گی۔"

"کیا ہم سبوتا کے حضور میں حاضر ہو سکیں گے۔"

"ضرور.. قطعی....!"

"لیکن وہ لوگ ہمیں پہچانتے ہی قتل کر دیں گے۔"

"کوٹی کی عظیم روح انہیں اندھا کر دے گی۔" فریدی بولا۔ "تمہارے ساتھ مقدس موگٹومی ہوں گے۔"

طارق کے چہرے پر نہ جانے کہاں کا تقدس پھٹ پڑا ہے۔ وہ سر ہلا کر بڑے شاہانہ انداز میں کہنے لگا۔ "میرے بچے شائد یہاں کے رسم و رواج سے واقف نہیں ہیں.... خصوصاً انہیں کوٹی کی عظیم روح کی خدمت میں حاضری دینے کا طریقہ نہیں معلوم....!"

"ہم نہیں سمجھے مقدس بزرگ....!" ڈاکٹر شیپرڈ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"زائرین اپنے چہرے ڈھانک کر زیارت گاہ تک جاتے ہیں۔ صرف ان کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔"

"مگر مقدس بزرگ.... وہ لوگ چہرے کھلوالیں گے۔"

"ہرگز نہیں....!" طارق پھر جوش میں آ گیا۔ "تمہارے ساتھ سبوتا کا پجاری.... موگٹومی ہوگا.... وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے.... تمہاری طرف اٹھے ہوئے ہاتھ خشک ہو جائیں گے۔"

"زندہ باد.... زندہ باد.... مقدس بزرگ زندہ باد....!"

سنگ ہی خاموش بیٹھا بیہوش ریکھا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر شیپرڈ سے انگریزی میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں بقیہ لوگوں کو بھی ڈھونڈنا چاہئے۔"

"ضرور ضرور....!" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "یہاں تو معاملات حیرت انگیز طور پر طے ہو رہے ہیں.... بوڑھا پجاری ہمیں زیارت گاہ تک پہنچانے کا ذمہ لیتا ہے.... میں نے اس سے کہا ہے کہ ہم اس لڑکی کو سبوتا پر قربان کریں گے۔"

"اوہ.... تو کیا وہاں آدمیوں کی قربانی دی جاتی ہے؟" سنگ ہی بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں میرا خیال ہے کہ چوری چھپے اب بھی ایسا ہوتا ہے۔ ویسے یہاں اسپینیوں نے بڑے سخت قوانین بنا رکھے ہیں۔"

"تو اسے یقیناً خوشی ہوئی ہوگی۔"

"بہت زیادہ.... اچھا اب ہمیں اٹھنا چاہئے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔ "لڑکی اور تینوں سوروں کو یہیں چھوڑتے ہیں۔"

"ابے.... تو خود سور....!" قاسم غرا کر بولا۔ اس نے لفظ "ابے" اردو میں کہا تھا اور بقیہ الفاظ انگریزی میں۔

"چپ چپ" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔"اس وقت ان کے ستارے عروج پر ہیں۔ بالکل خاموش رہو۔ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ ڈاکٹر شیپرڈ کی بارات کیسے چڑھے گی۔'

"یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟" طارق نے ڈاکٹر شیپرڈ سے اسپینی میں پوچھا۔

"اوہ.... یہ مردود....!" ڈاکٹر نے دانت پیس کر کہا۔"آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو گالیاں دے رہے ہیں۔"

"اوہ.... اچھا....!" طارق مسکرا کر بولا۔"فکر نہ کرو.... قربان گاہ کے عظیم تیغے ان کی زبان پاک کر دیں گے.... کوٹی کی عظیم روح سب کچھ سن رہی ہے.... سب دیکھ رہی ہے۔"

"اچھا مقدس بزرگ! ہم یہ قربانیاں آپ کی خدمت میں پیش کر کے اپنے بقیہ ساتھیوں کی تلاش میں جار ہے ہیں۔"

"کب تک واپس آجاؤ گے؟" طارق نے مشفقانہ لہجے میں پوچھا۔

"صبح سے پہلے ہی۔"

"کوٹی کی عظیم روح تمہاری حفاظت کرے.... اگر کہو تو میں تمہارے ہمراہ چلوں۔"

"آہ.... بہت بڑا احسان.... مقدس موگٹومی.... تمہارے پاؤں ہماری گردنوں پر ہوں گے.... اے عظیم روح کے عظیم بیٹے۔"

"اچھا تو.... اپنے کمبلوں سے اپنا لباس اچھی طرح ڈھانک لو.... چہرہ چھپاؤ.... کوٹی کی عظیم روح تمہاری مدد کرے گی۔"

طارق کھڑا ہو گیا۔ نیولا پھر اس کے کاندھے پر سوار ہو گیا تھا۔

پھر تینوں طارق کے ساتھ باہر نکل گئے۔

ریکھا اب بھی بیہوش پڑی تھی۔ ان کے جاتے ہی سب سے پہلے روزا بولی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"اب تو بالکل ٹھیک ہو رہا ہے ننھی بچی۔" فریدی اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔"اب اس طرح میں قریب سے تمہارے باپ کی نگرانی کر سکوں گا۔"

"لیکن یہ کھیل یہیں کیوں نہیں ختم کر دیتے۔ اس سے طوق چھین لو۔"

"نہیں.... اب میں نے اسکیم بدل دی ہے۔ ایڈونچر میری سب سے بڑی تفریح ہے اور پھر

ایسا ایڈونچر جس میں قدم قدم پر موت سے ملاقات ہو جانے کے امکانات ہوں۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں نیویارک واپس بھجوا سکتا ہوں۔"

"نہیں.... میں واپس نہیں جاؤں گی۔"

حمید ایک لمبی آہ بھر کر رہ گیا۔ پھر اس نے قاسم سے کہا۔ "تم بھی تو ذرا ایک آہ بھرنا پیارے۔"

فریدی اسے گھورنے لگا۔ لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ انور بدستور خاموش بیٹھا رہا۔

"لیکن حضور!" حمید نے فریدی سے کہا۔ "ہم کب تک اس طرح بیٹھے رہیں گے۔"

"صبح تک....!" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"ہائے.. میرے تو ہاتھ ٹوٹے جا رہے ہیں۔" قاسم کراہ کر زنانہ لہجے میں بولا اور اس پر انور کو بھی ہنسی آ گئی۔

"آپ نے تو کہا تھا کہ میں صرف طوق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"قطعی.... میرا اب بھی یہی خیال ہے۔" فریدی بولا۔

"تو پھر! سنگ ہی اب قریب قریب آپ کے قبضے میں ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ وہ طوق اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن طارق خزانے کے لئے مصر ہے۔"

"لیکن میں طارق کے لئے اپنی گردن نہیں کٹوا سکتا۔"

"تم سب اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اچھا دیکھو شاید وہ ہوش میں آ رہی ہے۔ خاموش رہو لیکن اسے صحیح حالات کا علم نہ ہونا چاہئے۔ کیا سچ مچ تم نے اسے شراب پلائی تھی؟"

"ہرگز نہیں! یہ سو فیصدی جھوٹ ہے۔" حمید بولا۔

ریکھا کا جسم حرکت کر رہا تھا اور پھر وہ یک بیک اٹھ بیٹھی۔ سب سے پہلے اس کی نظر حمید پر پڑی۔

"آپ....!" اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔

"ہاں ریکھا....! سنگ ہی نے ہمیں دوبارہ پکڑ لیا ہے، لیکن وہ اب خود بھی خطرے میں ہے۔ تمہاری پارٹی کے دو آدمی مارے گئے اور آٹھ پکڑ لئے گئے۔ سنگ تمہیں کسی نہ کسی طرح نکال لایا۔"

"بہت برا ہوا۔" ریکھا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی اور فریدی پر نظر پڑتے ہی یک بیک

چونک کر حمید سے پوچھا۔ ''وہ سب کہاں ہیں.... اور ہم۔''

''ہم تو اس غار میں ہیں۔'' قاسم بول پڑا۔ ''اور وہ سالے جھک مارنے گئے ہیں۔''

فریدی ریکھا کو بہت دلچسپی اور توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

فریدی کے علاوہ اور سب پر غنودگی کا حملہ ہو چکا تھا۔

صبح ہونے سے قبل ہی طارق واپس آ گیا۔ اس نے یہ اطلاع دی کہ اب تک سنگ ہی کے صرف دس آدمی مل سکے ہیں۔ پانچ اب بھی غائب ہیں۔

''ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''کیا سنگ کے سارے آدمیوں کو اس مہم کے مقصد کا علم ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ نہیں۔'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور سوتی ہوئی ریکھا کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ''یہ جانتی ہے! ڈاکٹر شیپرڈ جانتا ہے اور وہ بڑی مونچھوں والا جو حقیقتاً سیلرس کلب کا مالک ہے جسے لوگ عام طور پر کلب کا مالک سمجھتے ہیں وہ اصل میں کلب کا منیجر تھا۔''

''مجھے علم ہے.... نریش ہی کلب کا مالک ہے۔''

''ہاں تو یہی تین ہستیاں اس راز سے واقف ہیں۔''

''ان لوگوں کی روانگی کب ہو گی؟'' فریدی نے طارق سے پوچھا۔

''آج.... میں نے سارے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔'' طارق نے کہا اور اپنے نیولے کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

روانگی

دوسرے دن وہ سب غار ہی میں چھپے رہے اور طارق روانگی کے انتظامات مکمل کرتا رہا۔

سنگ ہی کے بقیہ پانچ آدمیوں کا پتہ نہ چل سکا۔ صرف دس آدمی اس کے ساتھیوں میں سے رہ گئے تھے۔ چار وہ خود تھے۔ ڈاکٹر شیپرڈ، نریش، ریکھا اور سنگ ہی۔

حمید، انور اور قاسم کی حیثیت قیدیوں کی سی تھی۔ لیکن اب ان کے ہاتھ کھول دیئے گئے تھے اور یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ ایسے حالات میں وہ خود ہی بھاگنے کی ہمت نہ کر سکیں گے۔

ریکھا بالکل دم بخود تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جاگتے میں بھی سو رہی ہو۔ سنگ ہی نے

اس سے اس کی حرکت کے بارے میں استفسار بھی کیا، لیکن ریکھا اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہ دے سکی کہ اسے اس کے متعلق کچھ یاد ہی نہیں۔

سنگ ہی نے پھر مزید سوالات نہیں کئے اور اس کے ساتھ اس کا رویہ بھی بڑا اچھا رہا۔

شام تک طارق نے سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ بار برداری کے لئے جانور اور آدمی بہ آسانی مل گئے۔ قاسم لاموں[1] کو دیکھ کر بہت ہنسا۔ نہ جانے کیوں وہ اسے مضحکہ خیز معلوم ہو رہے تھے۔

تیسری صبح وہ وہاں سے کوٹی کی زیارت گاہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان سب نے اون کے لمبے لبادے پہن رکھے تھے اور ان کے چہرے آنکھوں تک ڈھکے ہوئے تھے۔

طارق سب سے آگے تھا اور صرف اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔

بیس آدمیوں کا یہ قافلہ چکر دار راستوں سے کیتو کے نشیب میں اتر رہا تھا۔

سفید بادلوں کے ٹکڑے کبھی ان کے سروں پر سایہ ڈالتے.... اور کبھی آفتاب چمکنے لگتا۔ لیکن دھوپ ہو جانے کے باوجود بھی انہیں اپنے چاروں طرف دھند ہی دھند نظر آتی۔

طارق جو جنوبی امریکہ کا بہت پرانا سیاح تھا انہیں ایک ایسے راستے سے لے جا رہا تھا جو صرف کوٹی کے خاص پجاریوں کے لئے وقف تھا۔ لیکن انہیں وہاں بھی جگہ جگہ حکومت کے مسلح آدمیوں سے ٹکرانا پڑا۔ خیریت یہ ہوئی کہ ابھی تک انہیں کوئی ایسی ٹولی نہیں ملی تھی جس میں کوئی یوروپین بھی ہوتا۔ یہ سب یہاں کے قدیم باشندے ہی تھے اس لئے طارق کا نیولا کافی بااثر ثابت ہوا، اور کسی نے طارق کے پیچھے چلتے ہوئے قافلے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ سب اسے دیکھ کر احتراماً اپنی گردنیں ہی جھکاتے رہے.... روزا کا ہاتھ فریدی کے ہاتھ میں تھا.... اور حمید کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔

"تھک گئی ہوگی بیچاری....!" قاسم نے روزا کی طرف دیکھ کر حمید سے کہا۔

"لدوا دوں تمہارے اوپر....؟" حمید بولا۔

"ارے واہ....!" قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"اچھا میں کوشش کروں گا۔"

"نن.... نہیں....!"

---

[1] لاما..... بار برداری کے کام آنے والا ایک جانور جو اونٹ سے کچھ چھوٹا اور لمبی گردن والا ہوتا ہے۔ اونٹ سے وہ صرف اس لئے مختلف ہے کہ اس کے کوہان نہیں ہوتا۔

دوسری طرف روزا فریدی سے کہہ رہی تھی۔ ''شاید ڈیڈی کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔''

''نہیں! ایسا تو نہیں ہے۔''

''آخر اس سفر کا انجام کیا ہوگا؟''

''ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا.... جب تھک جاؤ تو بتا دینا۔''

''تو اس سے کیا ہوگا.... سب ہی پیدل چل رہے ہیں۔''

''نہیں تمہارے لئے انتظام ہو جائے گا۔''

''میں لاما پر تو ہرگز نہ بیٹھوں گی۔... وہ لڑکی بیچاری شاید تھک گئی ہے۔'' روزا نے ریکھا کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ لڑکی۔ اس نے مجھے عرصہ سے الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے۔''

''کیوں....؟'' روزا چونک کر فریدی کو گھورنے لگی۔

''میں ابھی تک سنگ کی پارٹی میں اس کی موجودگی کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔''

''تم کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔'' روزا آہستہ سے بولی۔

''کیوں....؟''

''کیونکہ یہ ایک لڑکی کا معاملہ ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً وہ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ روزا نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر اور کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکی۔ وہ ان تھوڑے ہی دنوں میں فریدی کی فطرت سے اچھی طرح واقف ہو گئی تھی۔

فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ ''تمہیں اس لڑکی کے حالات کا علم نہیں۔ بہت عرصے کی بات ہے کہ یہ ایک کافی دولت مند آدمی کی سیکریٹری تھی۔ چند خطرناک آدمیوں نے اسی کے ہاتھوں اُسے زہر دلوادیا اور پھر انہوں نے کچھ ایسے حالات پیدا کئے کہ پولیس اس پر شبہ بھی نہ کر سکی.... بعد میں اس لڑکی کو ان لوگوں کا غلام بننا پڑا.... اور وہ اس سے ذلیل سے ذلیل کام لینے لگے۔ پھر وہ سنگ ہی کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئی.... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا ہوا کیوں؟.... سنگ کے ساتھیوں کو اسے حاصل کرنے کے سلسلے میں کافی کشت و خون کا سامنا کرنا پڑا تھا۔''

''عورتوں کے لئے پورے پورے ملک تباہ ہو گئے ہیں۔'' روزا مسکرا کر بولی۔

"تم پر رومان بُری طرح سوار ہے۔"

"میں نے ہمیشہ بڑے شاندار خواب دیکھے ہیں۔"

"بُری بات ہے.... جب یہ خواب حقیقتوں سے ٹکرا کر ٹوٹتے ہیں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔"

"تمہیں اس کا تجربہ ہے؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نے کبھی خواب نہیں دیکھے۔"

"میں کہتی ہوں.... یہ بہت بُری بات ہے.... اگر آدمی ان خوابوں سے بھی محروم ہو جائے تو پھر زندگی میں رہ ہی کیا جائے گا۔"

"کیا خواب تمہیں سچی مسرت بخشتے ہیں؟"

"میں سچی اور جھوٹی کے چکر میں نہیں پڑتی۔ لیکن مجھے خوابوں سے بڑا سکون ملتا ہے۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی بات پر حمید اور قاسم لڑ پڑے۔ قاسم اس پر جھلا کر جھپٹا ہی تھا وہ اچھل کر بھاگا۔

"خبردار گولی مار دوں گا۔" سنگ ہی چیخ کر بولا اور پھر وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو گئے۔

فریدی قہر آلود نظروں سے حمید کو گھور رہا تھا۔

"میں انہیں ٹھکانے ہی کیوں نہ لگا دوں۔" سنگ ہی نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔

"ہرگز نہیں.... تم انہیں کوٹی کی قربانی کے لئے وقف کر چکے ہو.... اگر تم نے اس کا ارادہ بھی ظاہر کیا تو معاملات قابو سے باہر ہو جائیں گے۔"

"یہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔"

"اوہ.... تو انہیں یہاں تک لانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ میں نے تو وہیں کہا تھا۔"

وہ پھر چلنے لگے۔

اس بار حمید قاسم کا ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

سنگ ہی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر ڈاکٹر شیپرڈ سے بولا۔ "میں نے یہ جھنجھٹ محض اسی لئے کی تھی کہ فریدی کھل کر سامنے آ جائے۔ مگر ابھی تک تو اس سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔"

"میرا خیال ہے کہ شاید وہ ادھر آنے کی ہمت ہی نہ کر سکے۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔

"خام خیالی ہے.... میں ہر ہر سیکنڈ اس کا منتظر ہوں۔"

"یہاں شاید وہ کامیاب نہ ہو سکے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"سنو ڈاکٹر....!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا نہیں سوچا۔"

"کس چیز کے متعلق۔"

"فریدی! میرے سینے میں دل کی جگہ پتھر کا ٹکڑا ہے.... لیکن.... لیکن" سنگ ہی یک بیک خاموش ہو گیا۔

"تم کچھ کہہ رہے تھے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے تھوڑی دیر بعد اسے ٹوکا۔

"میں تمہیں ایک رات کا واقعہ سناؤں.... میرے آدمیوں نے فریدی پر حملہ کیا وہ تنہا تھا لیکن ایک کو جان سے مار کر صاف نکل گیا اور اسی آدمی کی لاش سے وہ میرے ٹھکانے تک پہنچا.... اگر میں پہلے ہی سے ہوشیار نہ ہو گیا ہوتا تو....!"

سنگ ہی نے ریکھا کے اغواء کے واقعات دہرائے اور پھر بولا۔ "مجھے یقین تھا کہ فریدی کوئی نہ کوئی چال ضرور چلے گا لہٰذا میں نے وہی کیا جس کی وہ توقع رکھتا تھا۔ اسے بھی یقین تھا کہ میرا کوئی نہ کوئی آدمی مجھے اس واقعے کی اطلاع ضرور دے گا۔ لہٰذا میں نے پہلے ہی سے ساری اسکیم مرتب کرلی۔ میرے ایک آدمی نے لڑکال جنگل کا رخ کیا اور فریدی اس کا تعاقب کرنے لگا.... اس وقت بھی وہ تنہا ہی تھا لیکن جانتے ہو کیا ہوا؟ اس نے میرے آٹھ آدمی ختم کر دیئے.... پورے آٹھ.... اور ایک واقعہ تو خود تمہاری نظروں سے بھی گذر چکا ہے.... اس نے کتنی صفائی سے اپنی گردن بچالی.... حالانکہ تمہیں پورا یقین تھا کہ وہ دام میں آگیا ہے.... آخر تمہاری لڑکی نے روزا شیپرڈ کے نام سے خط و کتابت کیوں کی تھی؟"

"اسے اصل واقعات کا علم نہیں تھا۔"

"لیکن تم تو مقصد سے واقف تھے۔"

"اگر میں کسی دوسرے نام سے خط و کتابت کرنے کی ترغیب دیتا تو وہ اس کا مقصد ضرور پوچھتی۔"

"خیر جو ہوا سو ہوا۔ مجھے اب بھی بہتر حالات کی توقع نہیں۔ جب تک فریدی قابو میں نہ آجائے.... ہمیں مطمئن نہ ہونا چاہئے۔"

"چھوڑو.... ہٹاؤ.... میں بلاوجہ الجھن میں نہیں پڑتا۔" ڈاکٹر شیپرڈ ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ دونوں طارق کے پیچھے تھے۔ طارق ان کی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ لیکن اس نے ایک بار بھی مڑ کر ان کی طرف نہیں دیکھا۔ اس کے چلنے کا انداز بالکل ایک گونگے اور بہرے آدمی کا سا تھا۔

فریدی اور روزا قافلے کے پیچھے تھے۔ آخری آدمیوں سے ان کا فاصلہ کم از کم سو گز ضرور ہو گا۔

سفید بادلوں کے پرے کے پرے شمال کی طرف اڑے جا رہے تھے۔ کبھی وہ نکیلی چوٹیوں والے سر بفلک درختوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے معلوم ہوتے اور کبھی ایسا لگتا جیسے وہ ان چوٹیوں سے الجھ کر رک گئے ہوں۔ اس وقت ہلکی سی خنکی بہت خوشگوار معلوم ہو رہی تھی۔

فریدی بہت زیادہ محتاط نظر آ رہا تھا۔ اس نے تقریباً پانچ یا چھ گھنٹے سے اپنے مخصوص سگار نہیں پئے تھے لیکن اس کے باوجود بھی کوئی اس کی ظاہر حالت سے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کے ذہن پر تمباکو کے نشے کی طلب مسلط ہے۔

"میں واقعی تھک گئی ہوں۔" اچانک روزا نے کراہ کر کہا۔

"اچھا میں انتظار کرتا ہوں۔"

"کیا انتظار کرو گے.... میں لاما پر ہرگز نہیں بیٹھوں گی۔"

"میں تمہارے لئے ہاتھی مہیا کروں گا.... وہ دیو کا بچہ دیکھا ہے نا تم نے! تم اس کی پیٹھ پر سفر کرو گی۔"

"کیا....؟ نہیں ہرگز نہیں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا کروں....!" فریدی جھنجھلا گیا۔ "میں نے تو کہا تھا کہ واپس چلی جاؤ۔"

"خفا کیوں ہوتے ہو.... اب نہ کہوں گی کہ تھک گئی ہوں۔"

"آؤ....!" فریدی زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "لد و میرے ہی اوپر لد و۔"

"نہیں ٹھیک ہے.... میں چل تو رہی ہوں۔"

"چلو! ورنہ گردن مروڑ کر کسی کھڈ میں پھینک دوں گا۔" فریدی نے آنکھیں نکال کر کہا اور روزا سچ مچ کانپ گئی۔ تعمیل کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔

"ڈر گئیں....؟" فریدی نے اسے اپنی پشت پر سنبھال کر اٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"دیکھو.... فریدی ڈیئر یہ کتنا بُرا معلوم ہوتا ہے.... نہیں مجھے نیچے اُتار دو۔"

"تم اس وقت لڑکی نہیں بلکہ لڑکے ہو.... ڈمبولڈی کے چھوٹے بھائی پنگ پانگٹی ہو۔"

روزا ہنسنے لگی۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "اس طرح تم بھی تھک جاؤ گے۔"

"میں تین دن تک تمہیں اسی طرح اٹھائے ہوئے چل سکتا ہوں۔"

"صرف مجھے یا کوئی بھی ہو؟" روزا نے پوچھا۔

"کوئی بھی ہو! خواہ اس کا وزن تم سے دوگنا ہو۔"

روزا کو شاید اس جواب سے مایوسی ہوئی تھی۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اس نے ایک طویل سانس لی۔

اتفاقاً حمید نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور بُرا سا منہ بنائے ہوئے پھر قاسم کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"دیکھا فرزند....!" اس نے قاسم سے کہا۔ "ذرا پیچھے دیکھو۔"

قاسم نے پلٹ کر دیکھا اور ہنسنے لگا۔

شام ہوتے ہی طارق نے ایک کافی کشادہ غار ڈھونڈ لیا.... پورا قافلہ اس میں بہ آسانی رات گذار سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے طارق اس سرزمین کے چپے چپے سے واقف ہو۔

غار کے باہر جگہ جگہ الاؤ جل رہے تھے حالانکہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن پھر بھی گہری تاریکی نہیں تھی۔ بادلوں کے پیش منظر میں دور کے پہاڑوں کی چوٹیاں صاف نظر آرہی تھیں۔

طارق، سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ غار کے دہانے پر بیٹھے دن بھر کی تھکن دور کر رہے تھے۔

"اب ہمیں کتنا اور چلنا پڑے گا۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے اسپینی میں پوچھا۔

"کل شام تک....!" طارق ایک طرف اپنا داہنا ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "عظیم سبوتا کا مسکن.... ہلالی شکل کی دو چوٹیاں دیکھ رہے ہو.... یہ مقدس ہلال سبوتا کا مسکن ہے.... کوٹی کی عظیم روح تم سفید فام آدمیوں پر مہربان ہوگئی ہے۔ تم جو اس کی تکذیب کرتے ہو۔"

"ہرگز نہیں.... مقدس بزرگ ہم اس کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

"میں خاص طور پر تمہیں نہیں کہہ رہا ہوں۔" طارق مسکرا کر بولا۔ "تمہارے پہلے حملہ آور فرانسسکو ہزارو کو اندھیری رات میں کس نے راستہ دکھایا تھا کوٹی کی عظیم روح اپنے قدیم پرستاروں سے ناخوش ہوگئی تھی اس نے تم سفید آدمیوں کے ہاتھوں انہیں ذلت بخشی۔ ہزارو کی

فوجیں جب رات کے اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں تو تم جانتے ہو کیا ہوا تھا؟"

"ہم نہیں جانتے مقدس بزرگ۔"

طارق کے لہجے میں اس وقت عجیب قسم کی عظمت پیدا ہو گئی تھی۔

ڈاکٹر شیپرڈ جو اسپینی سمجھتا تھا لیکن زبان کے لہجوں پر قادر نہیں تھا کچھ اس طرح مرعوب نظر آ رہا تھا جیسے وہ اس کے سامنے ایک ننھا سا بچہ ہو۔

فضا پر ہلکا سرمئی غبار سا طاری تھا۔ فلک بوس چوٹیاں سکوت میں ڈوبی کھڑی تھیں اور اس پراسرار سناٹے میں طارق پانچ سو سالہ پرانی داستان دہرا رہا تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے طارق بھی اسی زمانے کی کوئی بھٹکی ہوئی روح ہو.... ایسی روح.... جو صدہا سال تک ان سکوت میں ڈوبے ہوئے پہاڑوں کے گرد منڈلاتے رہنے کے بعد پہلی بار بولی ہو۔

ڈاکٹر شیپرڈ کی نظر اچانک ان چوٹیوں کی سمت اٹھ گئی جن کی طرف طارق نے اشارہ کیا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے محسوس ہوا جیسے وہ ہلالی شکل کی چوٹیاں اپنے پس منظر سے الگ ہو گئی ہوں۔

طارق کہہ رہا تھا۔

"پھر ان مقدس چوٹیوں سے ایک چیخ بلند ہوئی.... ایک روشنی پھوٹی اور انکا قوم کی سرزمین پر تباہی نازل ہو گئی.... اس روشنی میں رات ننگی ہو گئی تھی.... حملہ آور آگے بڑھتے گئے.... خون چاروں طرف خون ہی خون تھا.... پھر ایک وبا آئی.... سبوتا کے ستاروں کے جسموں پر بڑے بڑے آبلے پڑنے لگے جن سے زرد رنگ کا پانی بہتا تھا.... پھر وہ خوفناک پرندے جن کے پرے کے پرے شمال کی طرف سے آ رہے تھے.... انہوں نے لاشوں کی طرف رخ بھی نہ کیا.... زندہ آدمیوں کی بوٹیاں نوچنے لگے.... مگر سبوتا کا مسکن جیسا تھا ویسا ہی رہا.... میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ ایک دن پھر ان ہلالی چوٹیوں سے روشنی پھوٹے گی.... رات ننگی ہو جائے گی.... اور اس دن انکا کسانوں کے ہاتھ میں سفید فاموں کے سر ہوں گے.... ایسے سر.... جن سے ایک ایک بوند کر کے خون ٹپک رہا ہو گا۔"

طارق خاموش ہو گیا۔

ڈاکٹر شیپرڈ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی سی معلوم ہونے لگیں۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ سنگ ہی نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش بھی کی لیکن.... ڈاکٹر شیپرڈ کے منہ سے آواز تک نہ

نکل سکی۔

رائفل اڑ گئی

دوسری شام وہ کوئی زیارت گاہ تک پہنچ گئے۔

یہ پتھروں کی ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی عمارت تھی۔ کچھ حصوں پر اب بھی چھتیں قائم تھیں۔ اس عمارت میں کل نو آدمی تھے جن کی وضع قطع طارق سے ملتی جلتی تھی۔ یہ سب سبوتا کے مندر کے پجاری تھے۔

طارق کو انہوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن اس کے ہمراہ غیر ملکیوں کو دیکھ کر انہوں نے حیرت ظاہر کی۔ طارق نے انہیں سمجھایا کہ وہ سبوتا کے عقیدت مند ہیں۔ اس کے باوجود بھی غیر ملکیوں کو عمارت کی چھتوں کے نیچے پناہ نہیں دی گئی۔ انہیں باہر ہی ایک غار میں قیام کرنا پڑا۔

یہ بات فریدی کو پسند نہیں آئی۔ وہ ان لوگوں کو ایک سیکنڈ کے لئے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"اب کیا کہتے ہو؟" طارق نے فریدی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ رات ہی سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کریں گے لیکن انہیں ابھی ایک دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا کوئی آدمی بھی مقامی زبانوں سے واقف نہیں۔ بار برداروں کے بغیر یہ سفر کرنے سے رہے۔ صرف تحریر کے سہارے سفر جاری رکھنا ان کے بس سے باہر ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بار بردار آگے جانے پر رضا مند ہوں گے بھی یا نہیں۔ کیونکہ وہ ان کی زبان نہیں سمجھ سکیں گے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" طارق نے پوچھا۔

"یہی کہ اگر ہم یہ سفر ساتھ ہی جاری رکھیں تو کیا حرج ہے؟"

"بھلا یہ کس طرح ممکن ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم کو صرف یہیں تک آنا تھا۔"

"ہو سکتا ہے.... ابھی میں نے جن دشواریوں کا تذکرہ کیا ہے اس کا احساس انہیں بھی ہوگا.... پوری پارٹی میں صرف آپ ہی ایک ایسے آدمی ہیں جو مقامی زبانوں سے واقف ہیں۔"

"پھر....؟"

”ٹھہریئے بتاتا ہوں۔“ فریدی نے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک سگار سلگا لیا.... اس نے دو دن سے سگار نہیں پیا تھا۔ دو تین گہرے کش لینے کے بعد وہ طارق سے آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔ پھر شاید پندرہ بیس منٹ تک ان میں ردو قدح ہوتی رہی اس کے بعد طارق ہنستا ہوا اس غار کی طرف چلا گیا جہاں سنگ ہی وغیرہ مقیم تھے۔

طارق کو غار میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ سب بوکھلا گئے۔ شاید وہ وہاں سے نکل جانے ہی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

طارق انہیں چند لمحے گھورتا رہا پھر یک بیک مقامی زبان میں برسنے لگا۔ باربردار قلی غار کے باہر تھے اور سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی اس زبان کو نہیں سمجھتا تھا.... وہ سب متحیر اور خوف زدہ نظروں سے طارق کی طرف دیکھتے رہے۔

طارق ایک لمحے کے لئے رکا ہی تھا کہ ڈاکٹر شیپرڈ نے ڈرتے ڈرتے اسپینی میں کہا۔ ”مقدس بزرگ.... ہم یہ زبان نہیں سمجھ سکتے۔“

”تو میں تمہیں سمجھاتا ہوں....!“ طارق بھی اسپینی ہی میں گرجا۔ ”تم لوگ جھوٹے ہو۔“

ڈاکٹر شیپرڈ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

”میں نہیں سمجھا مقدس بزرگ....!“

”تم ہرگز اس لڑکی کو قربان نہیں کرو گے.... تم نے جھوٹ کہا تھا۔“

”نن.... نہیں.... قربان کریں گے۔“ ڈاکٹر شیپرڈ ہکلایا۔

”میں اب مزید جھوٹ نہیں سننا چاہتا۔“ طارق نے اپنے نیولے کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ”ابھی ابھی مراقبے میں میں نے سبوتا کے ہرکارے سیوبام سے گفتگو کی ہے۔ وہ غلط خبریں نہیں دیتا.... اس نے بتایا ہے کہ تم ان تینوں قیدیوں کو قربانی کے لئے پیش کر کے لڑکی کو صاف بچا لے جانے کی کوشش کرو گے۔“

ڈاکٹر شیپرڈ کی ہکلاہٹ کا سلسلہ جاری رہتا اگر سنگ ہی اسے اپنی طرف مخاطب نہ کر لیتا۔

”کیا کہہ رہا ہے؟“ سنگ ہی نے پوچھا۔

ڈاکٹر شیپرڈ نے ساری بات دہرا دی۔

”اس زیارت گاہ میں کل کتنے آدمی ہوں گے؟“

"میں نہیں جانتا۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔

"ہوں گے .... جتنے بھی ہوں.... ہمارے پاس کافی اسلحہ ہے ہم سمجھ لیں گے یہ کم بخت جادوگر ہوتے ہیں۔ اگر انہیں یہاں ہمارے آنے کا مقصد معلوم ہو گیا تو مصیبت ہی آ جائے گی۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟" ڈاکٹر شیپرڈ نے بے بسی سے کہا۔

"اسے تھوڑی دیر کے لئے ٹال دو.... میں سارا انتظام کئے لیتا ہوں۔"

ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق کی طرف دیکھا جو ایک ٹانگ پر کھڑا کچھ بدبدا رہا تھا۔

"مجھے بتاؤ کہ تم نے اپنے ساتھی سے کیا گفتگو کی ہے۔" طارق نے غرا کر کہا۔ "جھوٹ مت کہنا.... اس وقت بھی سبوتا کے ہرکارے سیلوبام کی روح میرے ساتھ ہے۔"

"وہ کہہ رہا ہے کہ مقدس بزرگ کو یقین دلا دو کہ لڑکی ضرور قربان کی جائے گی۔"

"جھوٹ .... سراسر جھوٹ.... سیوبام کی روح کہہ رہی تھی کہ تم اپنے دھماکے والے ہتھیاروں سے ہمیں ختم کر دینے کی اسکیم بنا رہے ہو.... لیکن سبوتا کے پجاریوں کی قوت سے تم واقف نہیں ہو.... تمہاری رائفلیں بیکار ہو جائیں گی سیوبام کی روح ہر وقت میرے سر کے گرد ناچتی رہتی ہے۔"

ڈاکٹر شیپرڈ کے چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئیں۔

"میں کس طرح یقین دلاؤں...." ڈاکٹر شیپرڈ نے رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ خشک کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم ذرا میرے ساتھ باہر آؤ۔"

ڈاکٹر شیپرڈ نے مڑ کر سنگ ہی کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" سنگ نے پوچھا۔

"مجھے اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتا ہے۔"

"میں بھی ساتھ چلوں گا۔"

"یہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتا ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔

"اوہ.... تم سب آؤ.... میں تمہیں ذبح کرنے کے لئے نہیں لے جا رہا ہوں....!" طارق نے غصے میں کہا اور غار سے باہر نکل گیا۔ سنگ ہی اور ڈاکٹر شیپرڈ نے بھی اس کی تقلید کی۔

طارق چلتے چلتے ایک جگہ رک گیا۔

سنگ کا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر تھا۔

"سیوبام کی روح کیا کہہ رہی ہے.... بتاؤں تمہیں....؟" طارق نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔

ڈاکٹر شیپرڈ کچھ نہ بولا۔

طارق نے مسکرا کر کہا۔"وہ کہہ رہی ہے کہ تمہاری منزل کوٹی کی زیارت گاہ نہیں ہے.... تم آگے جاؤ گے۔"

"ہم کہاں جائیں گے؟" ڈاکٹر شیپرڈ نے تیزی سے پوچھا۔

"تم جہاں بھی جاؤ گے ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"کیا کہہ رہا ہے؟" سنگ ہی نے پوچھا۔

ڈاکٹر شیپرڈ نے گفتگو انگریزی میں دہرادی۔

"تم اسے باتوں میں لگائے رہو۔" سنگ ہی نے کہا۔"میں سب ٹھیک کئے لیتا ہوں۔"

پھر وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا غار کی طرف واپس آگیا۔ سامان کے ساتھ اسلحہ جات کے صندوق بھی باہر ہی پڑے ہوئے تھے۔ سنگ ہی نے صندوق کھول کر ایک ایسی رائفل نکالی جس میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ پھر وہ اسے ہاتھ میں لئے ہوئے جھکا جھکا چٹانوں کی اوٹ میں چلنے لگا۔ ایک جگہ رک کر اس نے ادھر نظر ڈالی جہاں طارق اور ڈاکٹر شیپرڈ کھڑے گفتگو کر رہے تھے.... اندھیرا ضرور تھا مگر تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں ان کے جسم صاف دکھائی دے رہے تھے.... اور طارق.... اسے پہچان لینا تو بالکل ہی آسان تھا کیونکہ نیولا اب بھی اس کے کاندھے پر سوار تھا۔ سنگ ہی نے اِدھر اُدھر دیکھ کر رائفل سیدھی کرنی ہی چاہی تھی کہ وہ اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھل گئی اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اڑتی ہوئی بیکراں تاریکیوں میں گم ہو گئی ہو۔

سنگ ہی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے رائفل گرنے کی آواز نہیں سنی۔

وہ ڈرپوک نہیں تھا لیکن اس واقعے پر اسے اپنے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ آس پاس کوئی بھی نہیں تھا.... اس کے جسم کے مسامات سے پسینہ ابل پڑا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ سرپٹ غار کی طرف بھاگ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ غار میں داخل ہوا

اس پر چودہ طبق روشن ہوگئے۔ کیونکہ یہاں حمید انور اور قاسم کی حکمرانی تھی۔ انہوں نے سنگ ہی کے دسوں ساتھیوں کو باندھ لیا تھا۔ سنگ ہی یہ ماجرا دیکھ کر پلٹا ہی تھا کہ انور نے اپنے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

"خبر دار.... اگر تم نے ذرہ بھی حرکت کی تو.... وہیں کھڑے رہو اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ.... ٹھیک....!"

ٹھیک اسی وقت ڈاکٹر شیپرڈ بھی غار میں داخل ہوا اور اس کے منہ سے ایک تحیر آمیز چیخ نکلی.... انور نے اسے بھی ہاتھ اوپر اٹھا لینے کو کہا۔

"خدا کی قسم....!" شیپرڈ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہوا بڑبڑایا۔ "وہ بوڑھا سچ مچ جادوگر معلوم ہوتا ہے۔"

"قاسم انہیں بھی باندھ لو....!" انور بولا۔

قاسم رسی لیکر ان کی طرف بڑھا لیکن ابھی ان کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ طارق غار میں داخل ہوا۔ طارق نے یہاں کی کیفیت دیکھ کر ایک چبھتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔

"خبر دار.... تم بھی ہاتھ اٹھاؤ۔" انور گرجا۔

اس پر طارق نے بلند آواز میں کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا۔ انور اور حمید کے ریوالور آہستہ آہستہ نیچے جھکنے لگے اور پھر زمین پر گر گئے۔ قاسم کے منہ سے ایک خوفزدہ سی آواز نکلی.... اور وہ اچھل کر انور اور حمید کے پیچھے جا چھپا۔

طارق نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور ڈاکٹر شیپرڈ سے بولا۔ "اگر میں نہ ہوتا تو تم لوگ اس وقت کہاں ہوتے۔"

سنگ ہی انور وغیرہ کی طرف لپکا۔

"روکو.... اسے.... کیا کرتا ہے۔" طارق غرایا۔

ڈاکٹر شیپرڈ نے جھپٹ کر سنگ ہی کو پکڑ لیا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "سنگ.... کیا کر رہے ہو.... ٹھہر جاؤ.... بوڑھا جو کچھ کہے اس پر عمل کرو۔"

"کیوں....؟" سنگ ہی جھلا کر پلٹا۔

"اوہ.... اس وقت اسی نے مجھے اطلاع دی تھی۔ اچانک گفتگو کرتے کرتے اس نے مجھ سے کہا تھا فوراً جاؤ تمہارے ساتھی خطرے میں ہیں اور یہاں آکر سچ مچ میں نے یہی دیکھا۔"

سنگ ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر طارق کو دیکھنے لگا۔

"اوہ یہ تمہارا ساتھی....!" طارق نے تلخ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "اس نے تھوڑی دیر قبل مجھے اپنی بے آواز رائفل سے مار ڈالنا چاہا تھا۔ اسی وقت جب ہم تم گفتگو کر رہے تھے۔ اس سے پوچھو کہ وہ رائفل کہاں گئی؟"

ڈاکٹر شیپرڈ نے حیرت سے سنگ ہی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا یہ صحیح ہے؟"

"کیا پوچھ رہا ہے؟" سنگ بولا۔

"کیا تم نے کچھ دیر پہلے اس پر گولی چلانے کا قصد کیا تھا؟"

"ہاں یہ صحیح ہے۔"

"وہ طنزیہ لہجے میں پوچھ رہا ہے کہ رائفل کہاں گئی؟"

"میرے خدا....!" سنگ ہی سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔ "ڈاکٹر ہم سچ مچ کسی شیطانی چکر میں پھنس گئے ہیں۔ رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر سیدھی آسمان کی طرف چلی گئی تھی۔"

"ارے باپ رے۔" قاسم کے منہ سے ڈری ڈری آواز نکلی۔ حمید اور انور آنکھیں بند کئے بے جان مجسموں کی طرح کھڑے رہے۔ ان کے ریوالور ان کے پیروں کے پاس پڑے تھے۔

دفعتاً ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق سے کہا۔ "مقدس بزرگ! یہ اپنی حرکت پر نادم ہے اور اب پوری طرح آپ کی قوتوں پر ایمان لے آیا ہے۔"

"میں اسے نہیں مانتا۔ اسے یہ بات اپنے اعمال سے ثابت کرنی ہوگی۔ میں تمہیں بتاؤں.... ابھی تمہارا ایک خطرناک دشمن تمہاری تاک میں ہے اور وہ ابھی تک کھل کر تمہارے سامنے نہیں آیا.... اگر تم نے میری تجویزوں پر عمل نہ کیا تو پچھتاؤ گے.... میں جا رہا ہوں.... ان تینوں کو گرفتار کرلو۔ جان سے مارنے کی ضرورت نہیں.... یہ بڑے بُرے وقت ہمارے کام آئیں گے۔"

پھر طارق ڈاکٹر شیپرڈ کے جواب کا انتظار کئے بغیر غار سے باہر نکل گیا۔

حمید اور انور اب بھی اسی طرح کھڑے تھے.... اور قاسم زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

حمید، قاسم اور انور دوبارہ باندھ لئے گئے۔ سنگ اور شیپرڈ اپنے ساتھیوں کو کھول رہے تھے

لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں.... خاص طور پر انہیں حمید اور اس کے ساتھیوں کی حالت پر حیرت تھی۔ وہ بالکل بے جان نظر آرہے تھے.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان میں ہلنے جلنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"سنو سنگ....!" شیپرڈ کراہ کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اس پر سنجیدگی سے غور کرو.... ہاں پہلے یہ بتاؤ کہ رائفل کا کیا معاملہ تھا....؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسے ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ بے آواز رائفل سے اس شیطان کو ختم کر دوں۔ لیکن اچانک رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر آسمان کی طرف چلی گئی۔"

"اب تم ایسی حرکت نہیں کرو گے.... سمجھے.... تم نہیں جانتے کہ حالات کیا ہیں.... وہ بوڑھا ہمارے اور ہمارے مقاصد کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ وہ پُراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس خزانے کے متعلق سینہ بسینہ ایک پیشینگوئی چلی آرہی ہے جس کی رو سے خزانہ اس کی مدد کے بغیر نہیں مل سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تقدیر تھی کہ ہم کیتو کے اس غار میں ملیں۔ وہ اس غار میں دراصل ہمارا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق پیشین گوئی یہ ہے کہ خزانہ حاصل کرنے والی پارٹی کے بڑے ارکان میں سے ایک دوغلا زرد نسل کا آدمی ہوگا اور دوسرا ایک سفید فام.... اور ان کی قیادت سبوتا کا ایک پجاری کرے گا.... وہ کہتا ہے کہ میری مدد کے بغیر تم لوگ وہاں پہنچ ہی نہ سکو گے۔"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا۔" سنگ ہی بڑبڑایا۔

"دیکھو سنگ! ٹھنڈے دماغ سے غور کرو.... اور اس بوڑھے کے خلاف تمہارے دل میں جتنے بھی خیالات ہیں انہیں نکال پھینکو.... وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

"تب تو پھر وہ اس جگہ کے متعلق بھی جانتا ہوگا جہاں خزانہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے.... لیکن وہ مقدر بتاتا ہے.... کہتا ہے کہ خزانے کے حصوں کے لئے یہ تقدیر ہو چکی ہے کہ سفید اور زرد آدمیوں کے ساتھ موگومی بھی ہو.... نہ اکیلا موگومی خزانے تک پہنچ سکتا ہے نہ ہم دونوں۔"

"افسوس کہ مجھے اسپینی نہیں آتی ورنہ میں اس سے گفتگو کرتا۔" سنگ ہی نے کہا۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ہم کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔"

"ظاہر ہے کہ اب ہم ایسے جنگلوں میں داخل ہوں گے جہاں آج تک کسی کے قدم نہیں پہنچے اور ہم وہاں اس طرح نہ چلیں گے جیسے اپنے پائیں باغ میں ٹہل رہے ہوں.... بہرحال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایک ایسا آدمی بھی چاہئے جو ان اطراف سے اچھی طرح واقف ہو.... اور یہاں کی مختلف زبانوں پر قدرت رکھتا ہو۔"

"تو کیا تمہیں اس کی باتوں پر یقین ہے۔"

"کیا تمہیں یقین نہیں آیا جبکہ تمہارے ہاتھوں سے رائفل اس طرح نکل چکی ہے۔"

سنگ ہی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔"اس کے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے۔"

"بس اتنے ہی جتنے یہاں تک ساتھ آئے تھے۔"

"میں تیار ہوں۔" سنگ ہی ایک طویل سانس لی کر بولا۔ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

جنگ اور گرفتاری

دوسرے ہی دن قافلہ آگے بڑھا۔ فریدی اور روزا قافلہ کے پیچھے تھے۔ طارق پھر میر کارواں بن گیا تھا لیکن اس بار اس کے داہنے اور بائیں سنگ اور شیپرڈ تھے۔ حمید، قاسم اور انور بدستور قیدیوں کی حیثیت میں تھے۔

سنگ ہی خاموش تھا۔ روانگی کے وقت سے وہ اب تک بولا نہیں تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ نے کئی بار اسے مخاطب کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ دوپہر تک وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے انہیں منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سمت کا تعین کرنا تھا۔ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق کی طرف دیکھا لیکن طارق بے تعلقانہ انداز میں کھڑا رہا۔

"اب آپ ہی ہماری رہنمائی کیجئے۔"ڈاکٹر شیپرڈ نے طارق سے کہا۔

"ٹھہرو....!" طارق ہاتھ اٹھا کر بولا۔"میں سیلوبام کی روح سے رجوع کرتا ہوں۔"

وہ آنکھیں بند کر کے ایک پیر پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور آنکھوں کے پپوٹے کانپ رہے تھے۔ فریدی قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے اس موقع کے لئے طارق کو ہدایات نہیں دی تھیں۔ اس نے سوچا معلوم نہیں اس سلسلے میں طارق کا جواب کیا ہو۔ لہٰذا اس نے

دوسرے ہی لمحے میں روزا کو لنگوا جیرال [1] میں مخاطب کیا۔ تخاطب تو دراصل طارق ہی سے تھا۔ فریدی کو یقین تھا کہ پوری پارٹی میں طارق کے علاوہ اور کوئی اسے نہ سمجھ سکے گا۔ اس نے کہا۔
"کہہ دو کہ اب اس وقت اسی جگہ قیام کرو.... کل صبح تمہیں راستہ معلوم ہو جائے گا.... روح یہی کہہ رہی ہے۔"

روزا بڑی ذہین لڑکی تھی۔ اس نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اس نے فریدی کی بات کا جواب اثبات میں دیا ہو۔

طارق نے تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں اور فریدی کے کہے ہوئے الفاظ اسپینی میں دہرا دیئے۔ شیپرڈ نے یہ بات سنگ ہی کو بتائی اور وہ اور زیادہ متفکر نظر آنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

ابھی گھنے جنگلوں کا سلسلہ نہیں شروع ہوا تھا انہیں جلد ہی ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں وہ باآسانی قیام کر سکتے تھے۔

دوپہر کا کھانا کھا لینے کے بعد روزا نے اسٹوو پر کافی کا برتن رکھ دیا وہ اور فریدی سب سے الگ تھلگ بیٹھے ہوئے تھے۔

"رات تم نے اس کی رائفل کیسے اڑائی تھی؟" روزا نے ہنس کر پوچھا۔

"بس ہاتھ کی صفائی۔"

"لیکن آخر تم اپنے ساتھیوں کی درگت کیوں بنوا رہے ہو؟"

"وہ بہت آرام سے ہیں۔"

"اچھا یہ بتاؤ تمہاری زندگی میں بھاگ دوڑ کے علاوہ بھی اور کچھ ہے؟"

"ہاں ساٹھ ستر کتے بھی ہیں۔" فریدی تنکے سے اپنے دانت کریدتا ہوا بولا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ میں نے تمہارے بچوں کے متعلق پوچھا تھا۔"

"ہیں ہی نہیں بتاؤں کیا۔"

"بیوی بھی نہیں؟"

"نہیں.... نہیں.... نہیں.... ذرا جلدی سے کافی دو۔" فریدی ران پر ہاتھ مار کر بولا۔
"اگر ہوتے تو کیا فائدہ ہوتا.... نہیں ہیں تو کون سا نقصان ہوا جا رہا ہے۔"

"کیا تمہاری زندگی میں اب تک کوئی عورت نہیں داخل ہوئی۔"

---

[1] جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں عام طور پر بولی جانے والی زبان۔

"یہ سب معلوم کر کے کیا کرو گی۔" فریدی اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

روزا چند لمحے کافی کے برتن پر نظر جمائے رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "ہم دوست ہیں نا! تم اسے مانتے ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں....!" روزا مسکرا کر بولی۔ "جس کی زندگی میں ساٹھ ستر کتے داخل ہوں اسے تو کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی ہو گی.... لہٰذا....!"

"ٹھہرو....!" اچانک فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ مڑ کر اپنے پیچھے بکھری ہوئی چٹانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اٹھ کر ادھر جھپٹا۔ لیکن اگر وہ ذرا سا تر چھا نہ ہو گیا ہوتا تو چٹانوں کے پیچھے سے ہونے والے فائر نے دوسری دنیا کی سیر کرا دی ہوتی.... دوسرا فائر ہوا اور فریدی چٹانوں کی طرف جانے کے بجائے ادھر بھاگا جہاں قافلے کے دوسرے لوگ دوپہر کے کھانے کے بعد اونگھ رہے تھے۔

"طارق ہوشیار....!" اس نے لنگوا جیرال میں کہا۔ "سنگ ہوشیار ہو گیا ہے.... میگزین پر قبضہ کر لو.... میرے تینوں ساتھیوں کو بھی خبردار کر دو.... شیپرڈ نکل کر نہ جانے پائے.... مزدوروں کو اپنے کنٹرول میں رکھو۔"

سنگ ہی اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ فریدی نے پھر ادھر ہی کا رخ کیا روزا اس کے پیچھے بھاگتی پھر رہی تھی۔

"تم وہیں واپس جاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں! میرے پاس ریوالور ہے۔"

"بھاگ جاؤ....!" فریدی جھلا کر بولا اور چٹانوں میں کود گیا۔ اس بار وہ پھر بال بال بچا۔ گولی سنسناتی ہوئی اس کے داہنے بازو اور پہلو کے درمیان سے نکل گئی۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی سنگ ہی نے دوسرا فائر کر دیا۔ فریدی کے منہ سے ایک قسم کی چیخ نکلی اور گر کر نشیب میں لڑھکنے لگا۔ سنگ ہی دو چٹانوں کی درمیانی دراڑ سے نکل کر اس کی طرف جھپٹا۔

روزا نے فریدی کی چیخ سنی تھی اور وہ ابھی تک وہیں کھڑی ہوئی تھی جہاں فریدی اسے چھوڑ گیا تھا۔ فریدی کی چیخ سنتے ہی وہ بے تحاشہ چٹانوں کی طرف دوڑی اور پھر اس نے نشیب میں

بھاگتے ہوئے آدمی پر فائر کر دیا گولی نشانہ پر نہیں بیٹھی۔ سنگ ہی ایک گندی گالی دے کر پلٹا اور دیوانوں کی طرح اس نے روزا پر پے در پے تین فائر کر دیئے لیکن ساری گولیاں سامنے والی چٹانوں پر پڑیں.... روزا اپنا نشانہ خطا ہوتے دیکھ کر پہلے ہی ہوشیار ہو گئی تھی۔

ایسے موقع پر سنگ ہی کو چاہئے تھا کہ وہ بھی اپنی حفاظت کی تدبیر کرتا لیکن وہ پاگلوں کی طرح بڑے بڑے پتھروں کو پھلانگتا ہوا نشیب میں بھاگ رہا تھا۔

یک بیک ایک طرف سے اس نے ٹھوکر کھائی اور پھر منہ کے بل زمین پر گرنے کی بجائے کئی فٹ اوپر اچھل گیا۔ اس کی دونوں پنڈلیاں فریدی کی فولادی گرفت میں تھیں اور اس کا سر نیچے جھول رہا تھا.... لیکن وہ دوسرے ہی لمحے کسی سانپ کے سر کی طرح دھڑ سمیت اوپر اٹھتا چلا گیا۔ سنگ ہی کو اس کے جاننے والے محض اسی صلاحیت کی بناء پر جونک سے تشبیہہ دیتے تھے۔ اپنے جسم کو حیرت انگیز طور پر توڑنے مروڑنے میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

فریدی کی گردن اس کے بازوؤں میں جکڑ کر رہ گئی۔

"اچھا بیٹے۔" فریدی اس کی ٹانگیں چیرتا ہوا بولا۔ "آج تم یہ حربہ مجھ پر بھی آزمالو۔"

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ وہ فریدی کی گردن پر اپنی طاقت صرف کر رہا تھا.... اچانک فریدی کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے سچ مچ اس کا دم گھٹ رہا ہو۔ وہ اس کی پنڈلیاں چھوڑ کر اپنی گردن سے اس کے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

دونوں ٹانگیں بھی فریدی کے گرد لپٹ گئیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بندریا کے پیٹ سے اس کا بچہ چپک کر رہ گیا ہو۔ فریدی تھوڑی دیر تک زور لگاتا رہا لیکن سنگ ہی کی گرفت ڈھیلی نہ ہوئی۔ آخر کار اس نے اس کے سر کے پشت کے نچلے حصے میں اپنی انگلیاں چبھو دیں۔ سنگ ہی پہلے تو ضبط کرتا رہا لیکن پھر اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آواز نکلی اور وہ فریدی کے جسم سے علیحدہ ہو کر کسی مردہ چھپکلی کی طرح نیچے چلا آیا۔

وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ فریدی بے ساختہ اس پر جھک پڑا اور اس کی گردن ٹٹول رہا تھا۔ پھر اس نے اس کی جامہ تلاشی لی۔ لیکن انکا نسل کی شہزادی کا پر اسرار طوق اس کے پاس سے بر آمد نہ ہوا۔

دوسری طرف طارق اپنا تسلط جما چکا تھا۔ سنگ ہی کے ساتھی جکڑ لئے گئے تھے۔ طارق نے بار بردار مزدوروں کو پہلے ہی سے اپنے قبضے میں رکھا تھا۔ ان کی وجہ سے سنگ کے ساتھیوں پر

قابو پانے میں اور زیادہ آسانیاں ہو گئی تھیں۔

ڈاکٹر شیپر ڈرہ رہ کر سبوتا اور اس کے ہرکارے سیلو بام کی دہائیاں دے رہا تھا۔

روزا سنگ ہی اور فریدی کو ایک دوسرے سے گتھا ہوا دیکھ کر ان کی طرف بھاگی تھی۔

"کیپٹن حمید۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "دوڑو.... ادھر....!"

انور، حمید اور قاسم بے تحاشا چٹانوں کی طرف دوڑنے لگے روزا ابھی ان کے ساتھ ہی تھی۔ انہوں نے فریدی کو دیکھا جو ایک پتھر پر بیٹھا اپنا دایاں بازو دیکھ رہا تھا اور اس کی آستین خون سے تر تھی۔ شاید اب اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا ایک بازو سنگ ہی کی گولی سے زخمی ہو چکا ہے۔ سنگ ہی اس کے پیروں کے پاس اوندھا پڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"کیا تم زخمی ہو۔" روزا چیخ کر فریدی پر جھک پڑی۔

"فکر نہ کرو.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

قاسم نے بیہوش سنگ ہی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور وہ سب کیمپ کی طرف چل پڑے۔

"اب ڈیڈی کا کیا ہوگا....؟" روزا نے فریدی سے پوچھا۔

"اوہ! تم نے اچھا یاد دلایا.... دیکھو ابھی یہ بات ڈاکٹر پر ظاہر نہ ہونے پائے کہ تم روزا ہو.... سمجھیں۔"

"کیوں....؟"

"پھر بتاؤں گا.... اس وقت مجھ سے بحث نہ کرو۔ جو کہوں کرتی جاؤ۔"

"اوہ! معاف کرنا.... مجھے تمہارے زخم کا خیال نہیں تھا۔"

"کوئی خاص بات نہیں.... صرف بازو کی کھال پھٹی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد سنگ ہی باہوش حواس اپنے دوسرے ساتھیوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا فریدی کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔

"طوق کہاں ہے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"میں تمہیں بڑے بے دردی سے مار ڈالوں گا۔"

"جو دل چاہے کرو.... طوق تمہیں نہیں مل سکتا۔"

گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی اور ڈاکٹر شیپرڈ سنگ ہی کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس دوران میں اسے اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ وہ اور اسکے آدمی اب فریدی کے قبضے میں ہیں۔

"طوق کے بغیر تم خزانہ نہیں حاصل کر سکتے۔" ڈاکٹر شیپرڈ فریدی سے بولا۔ "اس کے لئے طوق ضروری ہے۔"

"دیکھو ڈاکٹر احمق نہ بنو.....!" فریدی نرم لہجے میں بولا۔ "تم نے ایک ایسے آدمی سے گٹھ جوڑ کیا ہے جو پہلے بھی تمہارا دشمن تھا اور اب بھی ہے۔"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو۔" ڈاکٹر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں اپنے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خزانے تک ہماری رہنمائی نہیں کرو گے۔" فریدی نے کہا۔

"ہرگز نہیں خواہ تم میری بوٹیاں ہی کیوں نہ اڑا دو۔"

"زندہ باد ڈاکٹر.....!" سنگ ہی بولا۔ "میں ایسے بہادر اور بیباک دوستوں کو پوجتا ہوں۔"

فریدی اور اس کے ساتھیوں نے ایک ایک کی جامہ تلاشی لی۔ سارا سامان چھان ڈالا لیکن طوق نہ ملا اور ڈاکٹر شیپرڈ اپنی ضد پر اڑا رہا۔

اور یہ بات سوچی ہی نہیں کہ وہ لوگ طوق اپنے ہمراہ نہ لائے ہوں۔ طوق بھی جس کے لئے سنگ ہی نے ایک زبردست خطرہ مول لے کر سرکاری خزانے پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ وہ یقیناً اس سفر کے لئے ضروری تھا۔ ورنہ سنگ اسے سرکاری خزانے سے اڑا کر خواہ مخواہ پولیس والوں کو اپنے پیچھے کیوں لگاتا۔

"پھر بتاؤ اب کیا کیا جائے؟" طارق نے فریدی سے پوچھا۔

"سنگ ہی جانتا ہے کہ اس کی زندگی اور موت کا انحصار صرف اسی طوق پر ہے اور یہ حقیقت ہے اگر طوق مل گیا ہوتا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔"

"ڈاکٹر شیپرڈ بھی پھیل گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی زبان نہیں کھولے گا۔"

"آپ اس کی زبان کھلوا سکتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"بھلا میں کس طرح کھلوا سکتا ہوں؟"

"کیا آپ ہپناٹزم کے ماہر نہیں ہیں۔" فریدی بولا۔

"اوہ.... خدا کی قسم تم نے ٹھیک یاد دلایا۔" طارق ہنسنے لگا۔ "واقعی اس کی زبان کھلوائی جا سکتی

ہے۔ اسکی قوت ارادی صفر کے برابر ہے ایک بہت معمولی سا ٹرانس اس کیلئے کافی ہوگا۔ مگر یہ سنگ ہی...؟اس سے نپٹنا میرے بس کا روگ نہیں... یہ ذہنی طور پر بہت زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔"

"اسے تو میرے گھونسوں اور تھپیڑوں کے لئے چھوڑ دیجئے۔ میں سب ٹھیک کرلوں گا۔"

روزا کے قریب آجانے پر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

وہ رات بڑی عجیب تھی۔ جنگل کے سناٹے میں سنگ ہی کے ساتھیوں کی گالیاں گونج رہی تھیں۔ پوری پارٹی میں صرف ڈاکٹر شیپرڈ ایسا تھا جس کے ہاتھ نہیں باندھے گئے تھے اور ریکھا بھی آزاد تھی۔ لیکن وہ ہر وقت خاموش رہتی تھی.... ہوٹل والے واقعے کے بعد سے کسی نے اسے بولتے نہیں سنا تھا۔ روزا دوپہر کے بدلتے ہوئے حالات کے بعد سے زیادہ تر ڈاکٹر شیپرڈ کے قریب ہی قریب رہتی تھی۔ لیکن اس نے اس پر اپنی اصلیت نہیں ظاہر کی تھی۔ رات گئے اسے ڈاکٹر شیپرڈ سے الگ ہونا پڑا کیونکہ طارق اس پر عمل تنویم کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ اس اسکیم سے واقف نہیں تھا۔ جب طارق نے اس سے کہا ذرا میری طرف دیکھنا تو شیپرڈ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اس سے مرعوب نہیں ہے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کے جسم کی ساری قوت طارق کی آنکھوں میں کھینچی جا رہی ہو۔ اس نے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کی لیکن طارق کی آنکھوں سے نظر ہٹانے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس کے حواس خمسہ جواب دیتے جا رہے تھے۔ طارق کی آواز اسے میلوں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ جو برابر کہے جا رہا تھا "تم سو رہے ہو.... تمہاری نیند گہری ہوتی جا رہی ہے.... اور گہری ہوتی جا رہی ہے.... تم مجھے خزانے تک پہنچنے کا راستہ بتاؤ گے.... یقیناً بتاؤ گے.... دنیا کی کوئی قوت تمہیں اس سے نہیں روک سکتی.... تم سو رہے ہو.... تم سو رہے ہو۔"

شیپرڈ بہت جلد ٹرانس[1] میں آگیا۔ زیادہ دیر تک سجیشنز یا پاسز نہیں دینے پڑے۔ وہ آنکھیں بند کئے زمین پر چت پڑا تھا۔ پھر طارق نے سوالات کرنے شروع کئے۔ شیپرڈ جواب میں اس طرح بڑبڑا رہا تھا جیسے خواب میں کسی سے گفتگو کر رہا ہو۔

جس غار میں عمل کیا گیا تھا وہاں فریدی، طارق اور شیپرڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چار مومی شمعیں بھی غار کا اندھیرا دور نہیں کر سکتی تھیں۔ کچھ عجیب سا پُر اسرار ماحول تھا۔ فریدی سر

---

[1] یہ سب ہپناٹزم کی تکنیکی اصطلاحات ہیں۔ ان کی توضیح کے لئے صفحات سیاہ کرنا فضول ہے۔

جھکائے بڑی تیزی سے ڈاکٹر شیپرڈ کے الفاظ نوٹ کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد طارق نے کہا۔ "میں سمجھ گیا.... معلومات مکمل ہیں۔ اب اسے سونے دو.... خود بخود جاگے گا۔"

فریدی کاغذ پر نظر ثانی کرتا ہوا بولا۔ "مگر ایک بات رہ گئی۔ اس لڑکی کی موجودگی کا مقصد؟"

"بس اب یہ پھر کبھی دیکھا جائیگا.... مگر.... میرے خدا.... یہ تو.... وادیٔ تاریک کا پتہ ہے۔"

"وادیٔ تاریک....؟" فریدی نے استفہامیہ انداز میں دہرایا۔

"ہاں میں ایک بار وہاں جاچکا ہوں.... اگر اسے ہیروں کی وادی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا.... لیکن اس کے قریب پہنچ کر بھی میں ناکام ہی رہا تھا۔ میں نے دھوپ میں ہیروں کی چمک دیکھی ہے.... معمولی سنگریزوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیرے.... لیکن ان تک میری پہنچ نہ ہوسکی۔ تم سوال کرو گے آخر کیوں....؟ آہ تم بھی محسوس کرو گے.... جو کچھ میں نے وہاں پہنچنے پر محسوس کیا تھا... میرا خیال ہے کہ ہم یہیں سے واپس ہو جائیں۔ بڑی کوفت ہوتی ہے۔"

"کچھ بتایئے بھی تو....!"

"دو ہزار فٹ کی گہرائی میں ایک وادی ہے جس کا رقبہ پچیس مربع میل سے کسی طرح کم نہ ہوگا اور کوئی ڈھلان ایسی نہیں ہے جس کے ذریعے نیچے تک پہنچنا ممکن ہو۔ وادی کے چاروں طرف سیدھی کھڑی ہوئی دیواریں سی نظر آتی ہیں۔ کنارے پر کھڑے ہو جایئے بس یہ معلوم ہوگا جیسے کسی دو ہزار فٹ بلند دیوار پر کھڑے ہوں۔ نیچے گنجان جنگل نظر آتے ہیں جہاں درخت نہیں ہیں، وہاں دھوپ کی روشنی میں ستارے چمکتے نظر آتے ہیں۔"

عجیب آوازیں

"لیکن آپ واپسی کے لئے کیوں کہہ رہے ہیں۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"میں ایک بار اس وادی میں اترنے کی کوشش کر چکا ہوں۔ مگر ناکام رہا۔"

"ضروری نہیں کہ دوسروں کو بھی ناکامی ہو۔" فریدی بولا۔

"برخوردار! یہ سراغ رسانی نہیں ہے۔"

فریدی اس سوال پر جھنجھلا گیا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ طارق کا احترام کرتا تھا۔ محض اس

لئے کہ وہ اس کے باپ کے دوستوں میں سے تھا۔ طارق جیسے جہاندیدہ آدمی کی نظروں سے فریدی کا جذباتی تغیر پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اس نے فوراً ہی مسکرا کر کہا۔ ”تم یہ مت سمجھو کہ میری دلچسپی کم ہو گئی ہے۔ اس طوق کا مسئلہ تو ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔ کاش میں نے بھی اس پر ایک نظر ڈال لی ہوتی۔“

”مجھے یقین ہے کہ وہ اب بھی سنگ ہی کے قبضے میں ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن اس نے اسے کہیں چھپا دیا ہے.... میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ بھی عمل تنویم سے حل ہو سکتا ہے۔“

”سنگ ہی....!“ طارق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”ناممکن ہے۔ وہ ٹرانس میں ہرگز نہ آئے گا۔ اس کی قوت ارادی کافی پختہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے ٹائپ سے میں بخوبی واقف ہو گیا ہوں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں مثال کے طور پر تمہیں بھی ٹرانس میں لانا ممکن نہیں۔ حمید ٹرانس میں آجائے گا۔ قاسم جیسے دیو پیکر کو بھی ٹرانس میں لا سکتا ہوں.... انور بھی آجائے گا.... مگر دشواری کے ساتھ۔“

”یہاں سے کتنے دنوں کی راہ ہو گی؟“ فریدی نے پوچھا۔

”یہاں سے۔“ طارق بڑبڑایا۔ ”یہ راستہ طویل بھی ہے اور پُر خطر بھی۔ یہ لوگ اسی راستے سے جا رہے تھے جس کا ذکر اس طوق کی تحریر میں ہو گا۔ سینکڑوں سال پرانی بات ہے.... میں جس راستے سے گیا تھا وہ نسبتاً آسان ہے۔“

”خیر.... فی الحال ہمیں سونا چاہئے۔ شاید ڈاکٹر صبح سے پہلے نہ اٹھے۔“

وہ اسی غار میں پڑ رہے.... سنگ ہی اور اس کے ساتھی دوسرے غار میں تھے انہیں فریدی نے انور کی نگرانی میں چھوڑا تھا.... اس لئے اسے اطمینان تھا اگر معاملہ صرف حمید کا ہوتا تو شاید وہ سنگ ہی کے پاس سے ایک منٹ کے لئے بھی نہ ہٹتا.... لیکن دوسری صبح اس کے لئے ایک نئی الجھن لے کر نمودار ہوئی۔ سنگ ہی.... ریکھا اور اپنے سات مشرقی ساتھیوں سمیت غائب تھا۔ ڈاکٹر شیپرڈ کے ساتھیوں میں سے تین امریکن جو یہاں تک ساتھ آئے تھے بدستور موجود تھے۔ اور وہ اسی حال میں ملے جس میں رکھے گئے تھے۔

انور بہت زیادہ شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں فریدی سے گفتگو بھی کرنی چاہی۔

"پرواہ نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "غلطی میری ہی تھی۔ سنگ ہی کے مقابلے میں تم سب طفل مکتب ہو۔ خود مجھے اس کی نگرانی کے لئے موجود رہنا چاہئے تھا۔"

پھر اس نے ڈاکٹر شیپرڈ سے کہا۔ "دیکھا تم نے اپنے وفادار دوست کو۔ تمہیں مصیبت میں چھوڑ کر خود فرار ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ تمہارے امریکن ساتھیوں تک کو چھوڑ گیا۔"

ڈاکٹر شیپرڈ کا سر ندامت سے جھک گیا اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "چلو اب میں تمہیں راستہ بتاؤں گا۔ اسے پچھلی رات کے واقعات قطعی یاد نہیں تھے۔"

"شکریہ....!" طارق مسکرا کر بولا۔ "ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اب ہم تمہیں کسی بات پر مجبور نہ کریں گے۔ ویسے اگر تم نے کل ہی ہمارا ساتھ دیا ہوتا تو وہ طوق سنگ ہی نہ لے جا پاتا۔"

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ڈاکٹر شیپرڈ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ میرے بتائے ہوئے راستے سے منزل پر پہنچ جائے لیکن وہ اس طوق سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔"

"کیوں؟" طارق نے حیرت کا اظہار کیا۔

"طوق نامکمل ہے۔ لہٰذا وہ خزانہ نہیں حاصل کر سکتا۔"

"اوہ.... تو کیا وہ خزانہ کسی کی حفاظت میں ہے؟"

"ہاں! ہزارہا سال سے ایک وحشی نسل اس کی حفاظت کرتی آئی ہے اور غالباً آج بھی خزانہ اسی کی حفاظت میں ہوگا۔ طوق کی تحریر سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس طوق کو دکھائے بغیر کوئی خزانے کی جھلک بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

"لیکن طوق نامکمل کیوں ہے؟"

"اس کے گرد چاندی کا ایک سانپ لپٹا ہوا تھا جو اب نہیں ہے۔ سنگ ہی کا خیال تھا کہ وہ فریدی کے پاس ہے۔"

طارق نے استفہامیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھا اور فریدی نے اقرار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "وہ سانپ حقیقتاً میرے ہی پاس ہے۔ میں نے طوق کو سرکاری تحویل میں دینے سے قبل سانپ اس سے الگ کر لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سنگ اسے اڑانے کی کوشش کرے گا۔"

"ہاں! اسے توقع تھی کہ وہ تمہیں ضرور پکڑ لے گا۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔

"وہ اس لڑکی کو ساتھ لئے کیوں پھر رہا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"اوہ .... تحریر بڑی عجیب ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اس کے مطابق محض اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ طوق ان وحشیوں کو دکھایا جائے بلکہ ایک لڑکی اسے پہن کر سانپوں والے غار میں اتر جائے.... پتہ نہیں غار کیا بلا ہے۔ سنگ کا خیال تھا کہ وہ سانپوں کا مسکن ہوگا.... یہ لڑکی دراصل اسی مقصد کے تحت ساتھ لائی گئی ہے۔ دیدہ دانستہ کوئی شخص بھی ایسے غار میں نہیں اتر سکتا جس میں سانپ رہتے ہوں.... اور اس لڑکی میں ایک ایسا مرض پایا جاتا ہے جس کی بناء پر اس سے یہ کام لیا جاسکتا ہے۔ وہ نیند کی حالت میں اٹھ کر چلتی ہے اور ان کاموں کو سرانجام دے ڈالتی ہے جنہیں کسی وجہ سے جاگتے میں نہیں کرپاتی۔ سنگ ہی کی اسکیم یہ ہے کہ وہ اس سے غار میں اترنے کو کہے گا۔ ظاہر ہے کہ لڑکی سانپوں کے خوف سے صاف انکار کردے گی لیکن پھر نیند کی حالت میں وہی کر گزرے گی۔ کیونکہ اس کا ذہن اس سے بہت زیادہ متاثر ہوگا۔ جس چیز سے ہم خائف ہوتے ہیں وہ ہمیں خواب میں اکثر دکھائی دیتی ہے۔ اور نیند میں چلنے والے تو عام طور پر اس کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ یقیناً اس قسم کا خواب دیکھے گی کہ وہ غار کی طرف جارہی ہے، بس وہ سوتے ہی سوتے اٹھے گی اور غار کی طرف چلی جائے گی۔"

"شرم .... شرم .... ڈیڈی۔" روزا چیخ پڑی۔ "تمہیں شرم آنی چاہئے...." ڈاکٹر شیپرڈ چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"اس طرح نہ دیکھو۔" روزا ہذیانی انداز میں بولی: "میں روزا ہوں .... تمہاری بیٹی .... میں تمہاری آنکھوں کے سامنے سانپوں والے غار میں اُتر جاؤں گی.... فریدی! میرے باپ کے ہاتھ باندھ دو! اسے دھکے دیتے ہوئے وہاں تک لے چلو.... میں سانپوں والے غار میں اُتروں گی.... اسے خزانہ مل جائے گا.... اسے خزانہ چاہئے.... یہ اپنی بیٹی کو موت کے منہ میں دھکیل سکتا ہے.... اسے خزانہ ضرور ملے گا.... یہ میرا باپ ہے.... اس کے گلے میں مقدس صلیب لٹک رہی ہے.... اس کی ڈاڑھی کرائسٹ کی ڈاڑھی سے مشابہ ہے۔ ہاہا.... کرائسٹ ایک معصوم لڑکی کو سانپوں کے حوالے کررہا ہے.... ہاہا....!" وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتی رہی.... اور پھر بیہوش ہوکر گر گئی۔

ڈاکٹر شیپرڈ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ وہ آنکھیں پھاڑے بیہوش روزا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا۔

"طارق صاحب۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "جلدی کیجئے.... مجھے اس لڑکی کو ہر قیمت پر بچانا ہے۔"

انہوں نے بہت جلدی میں روانگی کا انتظام کیا۔ روزا کے ہوش میں آنے کا بھی انتظار نہ کیا گیا۔ ڈاکٹر شیپرڈ اُسے اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے چل رہا تھا۔

سنگ ہی کے فرار نے فریدی کے ذہن پر اتنا ناگوار اثر نہیں ڈالا تھا جتنا کہ ریکھا کا مصرف معلوم ہونے کے بعد پڑا۔ تین چار میل چلنے کے بعد انہیں شمال کی طرف مڑنا پڑا۔ اب گھنے جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن جنگلوں میں انہیں اب تک زندگی کے آثار صرف گلہریوں اور چھوٹے چھوٹے بندروں کی شکل میں ملے تھے۔

چمیلی کی خود رو جھاڑیاں پھولوں سے لدی ہوئی تھیں۔ جیسے جیسے وہ ڈھلان میں اترتے گئے جنگلوں کا سلسلہ گھنا ہوتا گیا۔

سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا لیکن درختوں کی چھاؤں میں وہ بڑی خوشگوار قسم کی خنکی محسوس کر رہے تھے۔

روزا ہوش میں آتے ہی ڈاکٹر شیپرڈ کے کاندھے سے کود پڑی۔ فریدی قریب ہی چل رہا تھا اس نے اسے سنبھال لیا۔ ورنہ پتھریلی زمین پر اس کا سر پاش پاش ہو جاتا۔

"تم نے اس کے ہاتھ نہیں باندھے....؟" اس نے فریدی کو جھنجھوڑ کر کہا۔

"بکواس مت کرو۔" فریدی نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔"

حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "تم ان دونوں کی شکل نہ دیکھو.... دوسرے پر سنگ ہی کے خون کی پیاس سوار ہے۔ اس پوری پارٹی میں صرف میں ہی ایسا آدمی ہوں جسے کشت و خون سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

روزا اس کے ساتھ چلنے لگی۔ حمید نے اپنی رفتار کچھ کم کر دی اور پھر وہ دونوں قافلے کے پیچھے ہو گئے۔

قاسم بھلا کب حمید کا پیچھا چھوڑنے والا تھا۔ بتدریج رفتار کم کرتے کرتے وہ بھی ان دونوں کے برابر پہنچ گیا۔ روزا کا ایک ہاتھ حمید کے ہاتھ میں تھا اور حمید اس سے کہہ رہا تھا۔ "یہ زندگی

ہے بھولی لڑکی.... یہاں ایسے بہتیرے حادثے ہوا کرتے ہیں۔"

"مگر مجھے اپنے باپ سے ایسی امید نہیں تھی۔ میں اسے اپنا باپ کہتے ہوئے شرم محسوس کرتی ہوں۔"

"یہی ہونا چاہئے۔" قاسم بڑی سنجیدگی سے بڑبڑانے لگا۔ "میرا باپ بھی اس قابل ہے کہ اسے گولی ماردی جائے۔ اسی کی بدولت میں ان اجاڑ جنگلوں میں دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔"

"کیوں؟ تمہارے باپ نے کیا کیا ہے؟" روزا نے پوچھا۔

"اسے پیدا کیا ہے....؟" حمید بولا۔

"تم چپ رہو۔" قاسم جھلا کر بولا۔ "میں تمہاری صورت نہیں دیکھنا چاہتا.... سب تمہاری ہی بدولت ہوا ہے۔"

"ابے تو کیا میں تیرا باپ ہوں۔"

"باپ سے بھی بدتر۔" قاسم نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"تم دونوں کی باتیں عجیب ہوتی ہیں.... جنہیں میں سمجھ نہیں پاتی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح قاسم ٹل جائے۔ شیپرڈ کی زبانی ریکھا کے انجام کا پلان سن کر اُس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے لیکن اس پر جو اثر بھی ہوا تھا وقتی تھا نہ جانے کیوں وہ پچھلے دو تین دنوں سے ہمدردی اور رحم جیسے جذبات سے قطعی محروم ہو گیا تھا کہ یہ جنگل کی ہوا کا اثر رہا ہو۔

شام ہوگئی لیکن وہ چلتے ہی رہے۔ طارق نے قیام کیلئے کہا بھی لیکن فریدی نے پرواہ نہ کی۔

"کیا ستم کررہے ہو۔" طارق نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔ "میں اس راستے سے تمہیں لے چل رہا ہوں جہاں آدمیوں کی آمد رفت رہتی ہے اس لئے دن کو یہاں خطرات سے سامنا نہیں ہوتا.... لیکن راتیں.... تم نہیں سمجھ سکتے یہاں رات کو اژدھوں کی حکمرانی ہوتی ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہمیں اپنے قیام کے لئے کوئی جگہ منتخب کرلینی چاہئے اور ہم اپنے گرد آگ روشن کئے بغیر کسی صورت میں بھی محفوظ نہیں ہوں گے۔"

سارا جنگل گلہریوں اور بندروں کے شور سے گونج رہا تھا کچھ عجیب سا ماحول تھا۔ درختوں کی چوٹیوں پر شام کی سرخی مائل دھوپ بکھری ہوئی تھی انہوں نے قیام کے لئے ایک جگہ منتخب کرلی

اور اس کے گرد خشک لکڑیوں کے ڈھیر لگانے لگے۔ پھر تاریکی پھیلتے ہی ان میں آگ لگادی گئی۔

رات گئے انہوں نے سچ مچ بڑے بڑے اژدھے دیکھے جو شکار کی تلاش میں ادھر اُدھر رینگتے پھر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر کاہل قسم کے آدمیوں کا تصور ذہن میں پیدا ہوتا تھا۔ وہ آگ کے دائرے کے قریب آتے اور اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے انہیں گھورتے اور وہ آنکھیں کچھ عجیب سی معلوم ہوتیں جن سے بے تعلقی کا اظہار ہوتا۔ لیکن بار بار منہ سے لپکتی ہوئی زبانیں کچھ اور کہتی تھیں بالکل ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی ایسا فقیر کھڑا دروازے پر صدا لگارہا ہو جس کی آنکھوں میں تو طلب ہو..... اور نہ انداز ہی سے حاجت مندی کا اظہار ہوتا ہو۔

اچانک روزا چیخ پڑی۔ ایک اژدھا ایک درخت کی شاخ سے آہستہ آہستہ اپنے بل کھولتا ہوا ان کی طرف منہ بڑھارہا تھا۔ فریدی نے رائفل اٹھالی۔

"مارتے ہو تو گولی سر ہی پر پڑے۔" طارق چیخا۔ ساتھ ہی فریدی نے فائر کیا گولی نے اژدہے کے سر کے چیتھڑے اڑادیئے۔ اس نے بڑے کرب کے عالم میں اپنے جسم کو گردش دی اور شاخ سے اس کے سارے بل یکلخت کھل گئے اگر وہ سب پھرتی سے ایک طرف ہٹ نہ گئے ہوتے تو اس نے مرتے مرتے دو چار کو پیٹ میں لے لیا ہوتا۔

بہر حال وہ رات بھر باری باری سوتے جاگتے رہے اگر دن بھر کے تھکے ہوئے نہ ہوتے تو شاید ایک لمحے کے لئے بھی ان کی پلکیں نہ جھپکتیں۔

صبح ہوتے ہی اژدھے نہ جانے کہاں غائب ہوگئے۔

ان کا سفر جاری رہا۔ حمید کا خیال تھا کہ وہ سو رہا ہے اور نہ جاگ رہا ہے۔ ایک درمیانی سی کیفیت تھی جس میں ہر بات کا احساس تو ہوتا ہے لیکن قوت فیصلہ قریب قریب مفقود ہوجاتی ہے۔ قاسم کی صورت سے ایسی وحشت ظاہر ہوتی تھی جیسے وہ اپنے غول سے بچھڑا ہوا کوئی جنگلی بھینسا ہو۔

تیسرے دن طارق نے بتایا کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ طارق آتش فشاں کے لاوے سے بنی ہوئی تقریباً پانچ سو فٹ بلند ایک سطح مرتفع کی طرف اشارہ کر رہا تھا اس نے بتایا کہ حقیقتاً وہ بھٹکتے ہوئے ادھر آئے ہیں ورنہ اور پہلے پہنچنا چاہئے تھا۔ طارق کو راستے ہی میں اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ وہ راستہ بھول گیا ہے لیکن اس نے یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کی تھی۔ منزل

مقصود پر پہنچنے کے بعد اس نے اس کا اظہار کیا "اوہ تب تو.... تب تو سنگ ہی پہنچ چکا ہوگا۔"
فریدی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "بہت بُرا ہوا.... وہ لڑکی....؟"

"فکر مت کرو....!" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "وادی میں اترنے کا راستہ اُسے نہیں معلوم۔"

"کیا تم جانتے ہو....؟"

"راستے کا سراغ تمہارے پاس ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "وہ سانپ جو تم نے طوق سے الگ کیا تھا وہ سانپ نہیں بلکہ وہ چاندی کا پتر ہے اور اسے موڑ کر سانپ کی شکل دی گئی ہے۔ اگر اس کے بل کھولے جائیں تو ہمیں غالباً اس پر بھی ایک تصویری تحریر ملے گی۔ وہی دراصل نیچے جانے کے راستے کا سراغ ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی سر ہلا کر رہ گیا۔

"لاؤ.... مجھے دو.... میں دیکھوں۔" ڈاکٹر شیپرڈ بے صبری سے بولا۔ لیکن فریدی اس کی طرف دھیان دیئے بغیر طارق سے لنگوا جیرال میں گفتگو کرنے لگا۔

اوپر پہنچ کر انہیں وادی کے سرے تک پہنچنے کے لئے زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ سطح مرتفع کا اوپری حصہ بالکل بنجر تھا۔ کسی طرف بھی سبزے کا نشان تک نہیں نظر آتا تھا۔ البتہ کہیں کہیں خشک گھاس کے لمبے لمبے تنکے جن کی پتیاں گر چکی تھیں۔ کھڑے دکھائی دے جاتے تھے۔ پھر وہ وادی کے سرے پر پہنچ گئے وادی بالکل ویسی ہی تھی جیسا نقشہ طارق پہلے ہی الفاظ میں پیش کر چکا تھا۔ فریدی نے چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کہیں بھی کوئی ایسا راستہ نہ سجھائی دیا جس سے نیچے پہنچنے کا امکان ہوتا۔ وہ سچ مچ "تاریک وادی" ہی تھی۔ اتنا گھنا جنگل انہیں راہ میں بھی کہیں نہیں ملا تھا۔ فریدی دوربین سے نیچے دیکھنے لگا۔

"زندگی کے آثار بھی نہیں معلوم ہوتے۔" اس نے تھوڑی دیر بعد آنکھوں پر سے دوربین ہٹا کر کہا۔

نہ جانے کیوں ان سبھوں پر عجیب قسم کا اضمحلال طاری تھا۔ وہ ایک روائتی خزانے کے قریب پہنچ گئے تھے مگر پھر بھی ان میں کسی قسم کا جوش و خروش نہیں پایا جاتا تھا۔

"کیوں نہ ہم کنارے کنارے پوری وادی کا ایک چکر لگا ڈالیں۔" انور بولا۔ "ممکن ہے کوئی راستہ....!"

"مجھے راستے کی نہیں۔" فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "سنگ ہی کی تلاش ہے۔"

"ضروری نہیں کہ وہ یہاں تک پہنچ ہی جائے۔" طارق نے کہا۔

"کیوں....؟"

"ڈاکٹر شیپرڈ کا بتایا ہوا راستہ میری معلومات کے مطابق ناقابلِ عبور جنگلوں سے بھرا پڑا ہے اور وہاں اب بھی پرانی نسل کے مردم خوروں کے پائے جانے کے امکانات ہو سکتے ہیں۔"

اچانک ایک عجیب قسم کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ پتہ نہیں وہ کیسی آواز تھی لیکن محسوس یہی ہوا تھا جیسے کسی نے قہقہہ لگایا ہو۔ پھر ایک چیخ سنائی دی.... نسوانی چیخ.... اور پھر وہی قہقہہ.... چیخ.... اور قہقہے میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔

آتشی بگولے

وہ آواز کی طرف چل پڑے۔ آواز تھوڑی دیر کے بعد سنائی دیتی لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ لحظہ بہ لحظہ دور ہوتی جا رہی ہو۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ "تاریک وادی" بہت پیچھے رہ گئی۔ باربردار لامے انہوں نے چند قلیوں کی نگرانی میں نیچے ہی چھوڑ دیئے تھے۔

"یہ تو کسی عورت کی آواز معلوم ہوتی ہے حمید بھائی۔" قاسم نے کہا۔

"ہمیں قبر میں بھی عورتوں ہی کی آوازیں سنائی دیں گی۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔

وہ اب بھی آواز ہی کی سمت چل رہے تھے۔

"ادھر....!" فریدی نے ایک طرف اشارہ کیا اور پھر وہ ڈھلان میں اترتے چلے گئے۔

"ارے....!" دفعتاً طارق چلتے چلتے رک گیا۔ پھر دوسرے لمحے میں وہ ایک بڑے سے پتھر پر ہاتھ ٹیکے دائیں جانب نیچے دیکھ رہا تھا۔ "خدا کی قسم یہ سنگ ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

وہ سب اسی طرف متوجہ ہو گئے۔ پندرہ بیس فٹ نیچے انہیں ایک آدمی دکھائی دیا جس کے کاندھے پر ایک عورت اس طرح پڑی تھی جیسے مردہ ہو۔ اس کے ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے تھے۔

آوازیں سن کر وہ آدمی اوپر دیکھنے لگا۔ وہ بلاشبہ سنگ ہی تھا لیکن عجیب حال میں کپڑے پھٹے ہوئے تھے جن میں اس کی گردن کسی خشکی کے کچھوے کی گردن کی طرح اوپر کی طرف تنی ہوئی تھی۔ سچ مچ وہ آدمی کے بجائے خشکی کا کچھوا ہی معلوم ہو رہا تھا۔

"آؤ.... !" اس نے انہیں دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ "خونی بگولے تمہارا انتظار کر رہے ہیں.... میں فریدی کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

اس کے کاندھے پر پڑی ہوئی عورت نے پھر ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور سنگ ہی اس کی پشت پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "ڈاکٹر شیپرڈ! میں جانتا تھا کہ تم ان نابکاروں کو ضرور ساتھ لاؤ گے۔ مگر میرا اب کسی سے بھی جھگڑا نہیں۔ میں خزانے کا تنہا مالک ہوں۔ مجھے اب اس سانپ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ راستہ مجھے مل گیا۔ آؤ تمہیں دکھاؤں.... آؤ.... ڈرو نہیں.... میرا اب کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"شاید اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ جو سنگ ہی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نیچے اترنے لگے۔ لیکن ان کے ہاتھ اپنے ریوالوروں پر تھے۔ پھر انہوں نے نیچے پہنچ کر سنگ ہی کو نرغے میں لے لیا۔ سنگ ہی کھڑا لاپروائی سے مسکراتا رہا۔

"لڑکی کے ہاتھ پیر کھول دو۔" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مشورہ قابل قبول نہیں ہے۔" سنگ ہی آہستہ سے بولا۔ "اس کا دماغ الٹ گیا ہے اگر میں نے اسے آزاد کر دیا تو یہ کسی چٹان سے چھلانگ لگا دے گی۔ نہیں مائی ڈیئر ہرگز نہیں۔ اوہ آؤ میں تمہیں راستہ دکھاؤں۔"

سنگ ہی بڑے اطمینان سے ان کے نرغے سے نکل کر ایک طرف چلنے لگا۔ وہ بھی اس کے پیچھے بڑھے۔ پھر انہیں جلد ہی ایک عجیب قسم کی آواز سنائی دینے لگی۔ بالکل ایسی ہی جیسے کوئی ریلوے انجن اسٹیم چھوڑ رہا ہو.... "شائیں شائیں۔"

"وہ دیکھو.... !" سنگ ہی نے ایک جگہ رک کر ایک غار کے دہانے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ رہا راستہ۔"

'شائیں شائیں' کی آواز اسی غار سے نکلتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور دہانے کے قریب ہی انہیں تین لاشیں نظر آئیں جو سنگ ہی کے ساتھیوں کی تھیں۔

"بے صبری اچھی نہیں ہوتی۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔ "انہوں نے اندر گھسنا چاہا تھا لیکن اچھل کر اتنی دور آ پڑنے اور ختم ہو گئے۔ یہ کسی قسم کے بگولے ہیں.... آواز بھی عجیب ہے۔"

"اور بقیہ چار کہاں ہیں؟" فریدی نے سوال کیا۔

"وہ.... ان میں سے کچھ تو ریچھوں کا شکار ہوئے اور کچھ کو اژدھے چٹ کر گئے۔" سنگ ہی نے کچھ ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ کسی کو اپنے اخراجات کا حساب دے رہا ہو۔ وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "میں ان بگولوں کے ختم ہونے کا انتظار کروں گا۔"

"بکواس ختم کرو۔" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔ "لڑکی اور طوق کو میرے حوالے کر دو۔ اس کے بعد تم جہنم میں جاؤ۔ تم اس حال کو پہنچ گئے ہو کہ میں تم پر ہاتھ اٹھانے میں خود اپنی توہین سمجھتا ہوں۔"

"اگر تم نے طوق یا ریکھا کا مطالبہ کیا تو میری طرف سے اسے اعلان جنگ سمجھو.... خزانہ میرا ہے اور میرا ہی رہے گا۔"

"او کمینے! میں خزانے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

سنگ ہی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو پھر یک بیک وہ اپنا ریوالور نکال کر گرجا۔ "اگر کسی نے بھی میری طرف بڑھنے کی کوشش کی تو جہنم میں پہنچا دوں گا۔ نہ تمہیں لڑکی ملے گی اور نہ طوق اور ہاں.... تم فریدی چپ چاپ وہ سانپ نکال کر میرے حوالے کر دو۔ ورنہ تم سب کی لاشیں یہاں پڑی سڑا کریں گی۔"

پھر اس نے اندھا دھند فائر کرنا شروع کر دیئے۔ پوزیشن لیتے لیتے تین قلی مارے گئے۔ ریوالور کے سارے چیمبر خالی ہو گئے تو سنگ ہی ایک طرف بھاگ نکلا۔ راستہ ناہموار ہونے کے باوجود بھی اس کی رفتار تیز تھی۔

لیکن وہ زیادہ دور تک نہیں دوڑ سکا۔ کیونکہ اس کے کاندھے پر نہ جانے کب سے لڑکی کا بوجھ رہا ہو۔ وہ ایک جگہ رک کر بیٹھ گیا۔ بالکل کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح لیکن اب بھی اس کے چہرے سے خوف کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"اچھا فریدی۔" اس نے یک بیک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آدھا تمہارا.... آدھا میرا۔"

"بکواس بند کرو.... اور طوق میرے حوالے کر دو۔"

"میرے پاس نہیں ہے۔" سنگ ہی نے لاپروائی کے اظہار میں اپنے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "تم ایک بار اچھی طرح میرے اور میرے ساتھیوں کی تلاشی لے چکے ہو۔"

"کیوں....؟" فریدی ڈاکٹر شیپرڈ کی طرف مڑا۔

"طوق اسی کے پاس ہے۔" ڈاکٹر شیپرڈ بولا۔ "ہمارے لکڑی کے صندوقوں میں سے ایک کی تہہ دوسرے تختوں کی تھی اور طوق انہیں دونوں تختوں کے درمیان رکھا ہوا تھا۔ یہ اپنے ساتھ وہ صندوق بھی لے گیا تھا۔"

"ڈاکٹر شیپرڈ.....!" سنگ ہی دفعتاً اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگا۔

"تم دغاباز ہو۔" ڈاکٹر بتھے سے اکھڑ گیا۔ "تم مجھے موت کے منہ میں چھوڑ کر خود نکل آئے تھے۔"

"آہا ڈاکٹر.....!" سنگ ہی ہنس پڑا۔ "تم مجھے اس طرح آنکھیں نہیں دکھا سکتے میں نے تم پر احسان کیا ہے ورنہ عادت کے مطابق مجھے تم کو اسی وقت ٹھکانے لگا دینا چاہئے تھا جب تم نے تحریر پڑھ کر مجھے راستے کا پتہ دیا تھا۔"

"سنگ.....! لڑکی کو کاندھے سے اُتار کر الگ ہٹ جاؤ۔" فریدی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"خوب، بہت اچھے۔ میں خزانے کی کنجی تمہارے حوالے کر دوں۔ سنو کرنل۔ سنگ اس وقت تک ہار ماننے کا قائل نہیں جب تک آخری سانس باقی رہے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو مجھے تم پر رحم آتا ہے۔" فریدی نرم لہجے میں بولا۔

"آہا.....!" سنگ ہی زور سے چیخا۔ "شروع کر دو۔"

ساتھ ہی ان پر چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں۔ فریدی اور اس کے ساتھی بوکھلا گئے۔ سنگ ہی کے قہقہے ٹامی گنوں کی "ریٹ ٹیٹ" سے ہم آہنگ ہو گئے تھے۔ فریدی نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ حقیقت ہے کہ اسے اپنے ساتھیوں کا ہوش نہیں تھا حملہ اچانک ہوا تھا اور حملہ آور نامعلوم تھے سنگ ہی نے چار ساتھیوں کے متعلق بتایا تھا کہ وہ راستے ہی میں حادثات کا شکار ہو گئے تھے اور بقیہ تین ساتھیوں کی لاشیں اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں فریدی کے ساتھ ہی حمید اور انور نے بھی چھلانگیں لگائی تھیں۔ روزا بھی چونکہ قریب ہی تھی اس لئے اس نے بھی تساہلی نہیں برتی۔ وہ بے تحاشا بھاگتے رہے۔ فریدی کا ریوالور اس ہنگامے کے دوران میں کہیں گر گیا تھا وہ کافی دور نکل آئے تھے اور ٹامی گنوں کی آوازیں بھی اب نہیں آ رہی تھیں۔

"بہت بُرا ہوا۔" حمید ہانپتا ہوا بولا۔

"بقیہ لوگ یقیناً مارے گئے ہوں گے مجھے افسوس ہے۔" فریدی رک کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "تم نے خود میری مجبوری دیکھی ہے۔ یہ بلا غیر متوقع طور پر نازل ہوئی تھی اب بتاؤ میں

تمہارے باپ کے لئے کیا کر سکتا تھا۔"

"مصیبتوں کی جڑ وہی ہے۔" روزا نے بیزاری سے کہا۔ "مجھے ذرہ برابر بھی افسوس نہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ مگر بیچارہ بوڑھا طارق.... قاسم.... مجھے ان کی موت پر گہرا صدمہ ہوگا۔"

"آؤ کوئی راہ نکالیں۔" فریدی نے کہا اور وہ پھر پلٹ پڑے کچھ دور چلنے کے بعد فریدی بولا۔

"ادھر سے آؤ۔"

وہ ایک تنگ سی دراڑ میں اتر گئے۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ قدم چلنے کے بعد وہ پھر ایک کشادہ سی جگہ میں آنکلے۔ لیکن آگے جانے کا راستہ نہیں تھا کیونکہ ان کے اور دوسری طرف کی چٹانوں کے درمیان میں پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ حائل تھا وہ کنارے کنارے سے چلنے لگے۔ بائیں طرف کی زمین دور سے خشک معلوم ہوتی تھی لیکن قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ دلدل تھی۔ عجیب قسم کی دلدل جو بالکل اسی طرح کھول رہی تھی جیسے پانی پڑنے پر چونا کھولنے لگتا ہے۔ بلبلے بنتے اور پھٹ جاتے۔ ہلکی سی سنسناہٹ کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ فریدی چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر حمید سے بولا۔ "ذرا اپنے پائپ کی نلکی نکال کر مجھے دینا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس وقت بھی دماغ چاٹو گے؟" فریدی جھلا کر بولا۔ "میرا ذہنی توازن درست ہے۔"

حمید نے چپ چاپ تمباکو نوشی کے پائپ کی نلکی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔ فریدی نے اسے ایک جگہ دلدل میں گاڑ دیا۔ انور روزا اور حمید اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن کوئی کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔ روزا کی آنکھوں سے رحم اور ہمدردی کے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ شاید وہ بھی یہی سمجھی تھی کہ فریدی کا دماغ الٹ گیا ہے۔

فریدی نے جیب سے دیا سلائی نکال کر جلائی اور اسے نلکی کے سرے پر لگا دیا دوسرے ہی لمحے میں نلکی کے سوراخ سے نیلے رنگ کی لپک پھوٹ نکلی جو برابر جلتی رہی اور پھر اس نے نلکی کو دلدل سے نکال کر اس کا نچلا سرا صاف کرنے کے بعد حمید کو واپس کر دیا۔ حمید پھر کچھ نہ پوچھ سکا۔ نہ جانے کیوں وہ اس وقت فریدی سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"میں یہ نہیں مان سکتا۔" فریدی نے جلدی سے کہا۔ "کہ سنگ ہی اس سے واقف نہ ہو۔ میرے خدا اگر انہوں نے ہمارے سامان پر قبضہ کر لیا تو پھر انہیں وادی میں پہنچنے میں دشواری نہ

ہو گی۔ جانتے ہو وہ ہمارے گیس ماسک نکال لیں گے اور بے دھڑک اس غار میں اُتر جائیں گے۔"

"وہ ہے کیا بلا؟ آواز کیسی ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"کیا تم نے ابھی دیکھا نہیں۔ یہاں ان پتھروں کے نیچے کسی جلنے والی گیس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ غار کے دہانے سے گیس کا اخراج ہوتا ہے بس اتنی سی بات۔ کیا اب بھی نہیں سمجھے؟"

"خدا کے لئے جلدی کرو.... طارق وغیرہ....!" روزا گھٹی سی آواز میں بولی۔

"میں مجبور ہوں اپنی عادت سے۔" فریدی تیز قدموں سے پیچھے کی طرف لوٹتا ہوا بولا۔

"اگر بستر مرگ پر بھی کوئی تحقیقی مسئلہ ہاتھ آجائے تو میں اس میں الجھ کر رہ جاؤں گا۔"

دراڑ سے گذر کر وہ پھر باہر آگئے۔ فریدی بے تحاشہ دوڑ رہا تھا اور وہ سب اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے غار کا دہانہ صاف نظر آرہا تھا۔ یہ لوگ نشیب میں تھے انہوں نے سنگ ہی کے ساتھیوں میں سے دو آدمیوں کو دیکھا جو ٹامی گنیں لئے غار کے دہانے سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے لیکن ان کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ غافل نہیں ہیں پھر انہیں دو اور آدمی دکھائی دیئے جو دوسری طرف کے نشیب سے چڑھ کر غار کے دہانے کی طرف آرہے تھے اور انہوں نے چہروں پر گیس ماسک چڑھا رکھے تھے۔ اس لئے پہچانے نہ جاسکے۔ وہ کچھ ذرا اور اوپر آئے تو انہیں ان کے ساتھ ایک تیسری ہستی بھی دکھائی دی جسے وہ ہاتھ پیر پکڑے لٹکائے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر گیس ماسک چڑھا ہوا تھا۔ یہ یقیناً ریکھا ہی تھی جسے وہ اس طرح غار میں لے جارہے تھے۔

"اے ریوالور بھی ہے کسی کے پاس....؟" فریدی نے دانت پیس کر سرگوشی کی۔

"نہیں.... گر گئے۔" سب کا یہی جواب تھا۔

"نہیں لے جاسکتے۔" فریدی ہذیانی انداز میں بولا۔ "وہ اسے نہیں لے جاسکتے اگر میری آنکھوں کے سامنے یہ اس درندگی کی بھینٹ چڑھ گئی تو میں خودکشی کرلوں گا۔"

پھر اس نے بڑی پھرتی سے اپنا کوٹ اتارا اور دیا سلائی کھینچ کر اس میں آگ لگادی سنگ ہی اور اس کا ساتھی ریکھا کو اٹھائے ہوئے غار کے دہانے کی طرف بڑھتے آرہے تھے۔ جب کوٹ میں اچھی طرح آگ لگ گئی تو فریدی نے اسے غار کے دہانے کی طرف اچھال دیا۔ دفعتاً ایک زوردار آواز پیدا ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں غار کے دہانے سے درجنوں فٹ اونچی لپک نکلنے لگی اور

ساتھ ہی اتنے زور کا زناٹا پیدا ہوا کہ حمید وغیرہ بوکھلا گئے۔ سنگ ہی اور اس کے مسلح ساتھی ٹامی گنیں پھینک پھینک کر بے تحاشہ دوسری طرف بھاگے۔ لیکن سنگ ہی کی حاضر دماغی قابل داد تھی۔ اس نے ریکھا کو نہیں چھوڑا۔ اس کا ساتھی تو ریکھا کا پیر چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا لیکن سنگ ہی نہایت اطمینان سے اسے کاندھے پر ڈال کر وہاں سے ہٹا.... فریدی نے اوپر پہنچ کر دونوں ٹامی گنیں اٹھالیں اور پھر وہ آہستہ آہستہ دوسری طرف بڑھے۔ وہ چاروں سینے کے بل لیٹ گئے تھے اور رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ حمید اور فریدی آگے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں۔ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "ان میں میگزین کم ہے۔ ذرا احتیاط سے.... انگلی کے ساتھ ہی تمہارا ذہن بھی ٹریگر ہی پر ہونا چاہئے۔"

ابھی وہ سرے پر پہنچے بھی نہیں تھے کہ انہوں نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ سنگ ہی اپنے تین ساتھیوں سمیت دوبارہ اوپر کی طرف آرہا تھا۔ دو کے ہاتھوں مین ٹامی گنیں تھیں۔ فریدی نے اندازہ لگالیا کہ ان کے پاس چار سے زیادہ ٹامی گنیں نہیں ہیں۔

"شروع ہو جاؤ۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

ٹامی گنوں سے گولیاں نکلیں اور سنگ ہی کے دونوں مسلح آدمی ڈھیر ہو گئے۔ سنگ اور اس کا دوسرا ساتھی سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ ادھر سے پھر فائر ہوئے لیکن وہ دونوں زد سے نکل گئے تھے۔ انہوں نے نیچے اُتر کر بقیہ دو ٹامی گنوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

"بس سیدھے ادھر ہی۔" فریدی بولا۔ "جدھر ہم نے اپنا سامان چھوڑا تھا۔"

لیکن اتنی دور جانے کی نوبت نہیں آئی۔ سنگ ہی اور اس کا ساتھی راستے ہی میں مل گئے۔

"خبردار....!" فریدی نے للکارا۔ "رک جاؤ.... ورنہ...." جملہ پورا کرنے سے قبل ہی سنگ ہی رک گیا لیکن اب بھی اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں تھے وہ اتنے پرسکون انداز میں رک کر مڑا تھا جیسے اس کے کسی شناسا نے سر راہے اسے پہچان کر آواز دی ہو۔

"تم بہت ذہین اور دلیر ہو۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔" سنگ ہی مسکرا کر بولا۔

"جب بھی میں اس سفر کے حالات لکھنے بیٹھوں گا تو مجھے تمہاری یاد بے حد ستائے گی۔ میں ان بگولوں کا تذکرہ خونی بگولوں کے نام سے کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اب لکھنا پڑے گا کہ فریدی کی ذہانت نے انہیں آتشی بگولے بنادیا تھا۔ مگر فریدی! مجھے افسوس ہے کہ تمہاری قبر ایسی جگہ بنے

گی جہاں کوئی مجاور بھی نہ نصیب ہو گا۔"

"بہت اچھا بیٹے! لیکن یہ بتاؤ کہ میرے ساتھیوں کا کیا بنا....؟"

"وہ میری قید میں ہیں اور میں ان سے بار برداری کا کام لوں گا۔ میں نہیں چاہتا تھا مگر کیا کروں ڈاکٹر شیپرڈ کی موت ہی آگئی تھی۔"

روزا نے یہ خبر بڑے سکون کے ساتھ سنی اور فریدی نے سنگ ہی سے کہا۔ "اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ میں تمہیں طوق سمیت زندہ واپس لے چلوں گا۔"

"نہ تم مجھے لے جا سکتے ہو اور نہ طوق....!" سنگ ہی نے ایسے لہجے میں کہا جس سے خود اعتمادی مترشح ہوتی تھی۔

"حمید اس کے گلے سے طوق نکال لو۔"

سنگ ہی چپ چاپ کھڑا رہا۔ جیسے ہی حمید اس کے قریب پہنچا نہ جانے کیا ہوا کہ سنگ ہی کا ایک پیر اس کے سر پر پڑا اور ایسا معلوم ہوا جیسے سنگ ہی ہوا میں اڑ گیا ہو۔ کئی فٹ بلند ہو کر وہ پھر زمین پر آیا اور ایک طرف بھاگا۔ پھر فریدی سے کچھ دور کے فاصلے پر رک گیا۔ فریدی نے جھلا کر فائر کیا۔ سنگ ہی بڑی پھرتی سے وار بچا گیا اور پھر ٹامی گن سے گولیاں ابلنے لگیں لیکن سنگ ہی اسی جگہ کھڑے کھڑے اچھل کود کر اس طرح گولیاں خالی دے رہا تھا جیسے کوئی بندر کچھ شریر بچوں کے پتھراؤ سے خود کو بچا رہا ہو۔ آخر میگزین ختم ہو گیا۔ فریدی نے جھلاہٹ میں ٹامی گن اس پر کھینچ ماری۔ لیکن وہ اسے بھی بچا کر اس طرح ہنسنے لگا جیسے کسی ننھے بچے کو چڑا رہا ہو۔ فریدی کسی غضب ناک بھیڑیئے کی طرح غراتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔

سنگ ہی تین چار چھلانگوں میں اوپر پہنچ گیا۔ فریدی نہتا ہی اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ غار کے دہانے سے اب بھی اسی زور و شور کے ساتھ درجنوں فٹ اونچی لپک اٹھ رہی تھی اس کا محیط بھی غار کے دہانے ہی کے برابر تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جہنم کی کوئی بھٹی کھل گئی ہو۔

"تم مجھے نہیں پا سکتے۔" سنگ ہی نے اپنی پوری قوت سے چیخ کر کہا۔ "طوق بھی میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں.... سمجھے۔"

پھر قبل اس کے کہ فریدی اس کے قریب پہنچتا اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے جہنم کے دہانے میں چھلانگ لگا دی۔

فریدی جہاں تھا وہیں رک گیا۔ چند لمحے کھڑا خلا میں گھورتا رہا پھر واپسی کے لئے مڑا۔ اس کے پیچھے حمید، روزا اور انور متحیر کھڑے تھے۔ فریدی ان کی طرف مخاطب ہوئے بغیر نیچے اترنے لگا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے اُتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ تینوں بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ نیچے آئے تھے۔ روزا اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ حیرت سے اس کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھے۔

"جاؤ.... طارق وغیرہ کو تلاش کرو۔" فریدی مضمحل آواز میں بولا۔ "غالباً وہ وہیں ہوں گے جہاں ہمارا سامان ہے۔"

انور اور حمید چپ چاپ چلے گئے۔ روزا وہیں بیٹھی رہی۔

"یہ میری فتح نہیں شکست ہے۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

"غلط ہے.... وہ لڑکی طوق سے زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ تم نے اس کی جان بچائی ہے.... نہیں.... فریدی.... تم عظیم ہو۔ یہ تمہاری سب سے بڑی فتح ہے۔ ایک انتہائی سرکش قسم کا مجرم تم سے تنگ آکر خودکشی کر لیتا ہے۔"

"میں ڈاکٹر کو نہ بچا سکا۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔"

"میں اسے اپنے ہاتھ سے گولی مار دیتی۔" روزا نے فخریہ انداز میں کہا۔

"اسی طرح جیسے کسی پاگل کتے کو مار دی جاتی ہے۔ باپ کے رشتے سے زیادہ میں انسانیت کو اہمیت دیتی ہوں۔"

"میں تمہاری عظیم روح کو سلام کرتا ہوں۔" فریدی اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد قاسم اور طارق بھی وہاں پہنچ گئے۔ انور کا سر زخمی تھا۔ سنگ ہی کے بقیہ دو ساتھیوں نے کافی اودھم مچایا تھا اور وہ انور ہی کے ہاتھوں انجام کو پہنچ گئے تھے۔ طارق نے پوری روداد سنی کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا۔

"اب کیا ارادہ ہے....؟"

"وہ لڑکی کہاں ہے....؟" فریدی نے پوچھا۔

جواب میں طارق نے بتایا کہ وہ حمید کی نگرانی میں ہے اور پھر وہ اپنے سوال کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی بولا۔ "اب واپسی کا ارادہ ہے۔"

"کیا اتنی مصیبتیں اٹھانے کے بعد یونہی ہی واپس ہو جائیں گے؟"

"بس طارق صاحب۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب اگر کسی نے خزانے کا نام لیا تو میں اسے اسی آگ میں جھونک دوں گا.... اوہ معاف کیجئے گا.... آپ میرے بزرگ ہیں.... آپ خود سوچئے.... کیا یہ ایک کھلی ہوئی دیوانگی نہیں ہے؟ کتنے اس دیوانگی کی بھینٹ چڑھ گئے.... مجھے اتنا روحانی سکون خزانے ملنے کے بعد نہ ہوتا جتنا اس لڑکی کو بچا کر نصیب ہوا ہے۔ آپ خود غور کیجئے... میرے بزرگ...." فریدی خاموش ہو گیا۔ کوئی کچھ نہ بولا۔

آگ کی لپک کا زناٹا اب بھی کان پھاڑ رہا تھا۔

اندھیرا ہو چلا تھا اور اسی آگ سے دور دور تک روشنی پھیل رہی تھی۔

دفعتاً فریدی نے کہا۔ "مگر میں یہاں ایک بار پھر آؤں گا.... وادی تاریک میرے لئے کافی کشش رکھتی ہے.... لیکن مطمع نظر خزانے کا حصول نہ ہوگا۔ کیا نیچے تک پہنچنا ہی ایک بڑا کارنامہ نہ ہوگا....؟"

سناٹے میں جلتی ہوئی گیس کا زناٹا گونجتا رہا۔

ختم شد